ماہنامہ

# المرشد لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

جلد ۱۸ جمادی الاول ۱۴۱۷ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۹۶ء شمارہ ۳

مدیر:- تاج رحیم ٭ سرکولیشن مینجر:- رانا جاوید احمد

## اس شمارے میں



| | | |
|---|---|---|
| اداریہ جمہوریت بچاؤ | تاج رحیم | ۳ |
| انقلاب کا راستہ | مولانا محمد اکرم اعوان | ۴ |
| علم کی ضرورت | مولانا محمد اکرم اعوان | ۱۵ |
| ٹیکنالوجی کلچر | اکبر علی ایم اے | ۲۳ |
| من اپنا پرانا پاپی ہے | مولانا محمد اکرم اعوان | ۲۹ |
| حسن معاشرت | ڈاکٹر لیاقت علی نیاری | ۳۸ |
| مسلمانوں کے مسائل | مولانا محمد اکرم اعوان | ۴۱ |



پتہ:- ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ لاہور۔ ۵۴۷۷۰

ناشر:- پروفیسر حافظ عبدالرزاق ٭ فون نمبر:- ۵۱۸۰۴۶۷

انتخاب جدید پریس لاہور فون: 6314365

ماہنامہ **المرشد**

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ
نشرواشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (اسلامیات) ایم اے (عربی)

ناظر اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم


## بدل اشتراک

فی پرچہ ۱۵ روپے

| | سالانہ | تاحیات |
|---|---|---|
| پاکستان | ۱۶۵ روپے | ۲۵۰۰ روپے |
| **غیر ملکی** | | |
| سری لنکا بھارت بنگلہ دیش | ۴۰۰ روپے | ۴۰۰۰ روپے |
| مشرق وسطیٰ کے ممالک | ۹۰ سعودی ریال | ۷۰۰ سعودی ریال |
| برطانیہ اور یورپ | ۲۵ سٹرلنگ پونڈ | ۱۳۰ سٹرلنگ پونڈ |
| امریکہ | ۱۴۵ امریکن ڈالر | ۱۳۰۰ امریکن ڈالر |
| کینیڈا | ۱۵۰ امریکن ڈالر | ۱۳۵۰ امریکن ڈالر |

اداریہ

جمہوریت بچاؤ پاکستان بناؤ

# جمہوریت بچاؤ

اس وطن عزیز کی جمہوریت بہت مظلوم ہے۔ شاید اس لئے کہ چاہنے والے بہت زیادہ ہیں۔ ان چاہنے والوں میں حکمران بھی ہیں' اپوزیشن والے بھی ہیں' اور آج کل تو ان دونوں کی اس محبوبہ کے پیچھے قاضی صاحب بھی ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ عشق و محبت کے اس کلاسیکل ڈرامے میں فوجی جرنیل بھی حسب توفیق شامل ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک کی اس حسینہ جمہوریت کی مظلومیت اس کے اپنے قصور کی وجہ سے ہے کہ اس میں محبوبیت اس قدر زیادہ ہے کہ جس نے چند لمحے اس کی صحبت میں گذار لئے اس کی آئندہ کی کئی نسلیں وصال کے اس سرور سے سرشار رہ سکتی ہیں۔ بنانے والے نے ہماری اس حسینہ جمہوریت میں ایک کامیاب طوائف کی وہ تمام خوبیاں کوٹ کوٹ کر بھر دی ہیں۔ جس سے اس کی مارکیٹ کبھی مندی نہیں پڑتی۔ شاید یہ بھی ایک بڑا سبب ہو کہ ہمارے ملک میں ہر سو طوائف الملوکی ہے اور ہر شعبہ زندگی میں اس شعبے کے عوام کی حکمرانی ہے۔ جمہوریت کی ایک نامکمل سی تعریف یوں بھی تو ہے کہ (بھیڑ بکریوں جیسے) عوام پر (پجارو والے) عوام کی حکومت' (پجارو والے) عوام کی فلاح کے لئے۔ یورپی ممالک' کینیڈا اور امریکہ کی جمہوریت بھی کوئی جمہوریت ہے۔ وہاں تو ہر ایرے غیرے کو جمہوریت کے کوٹھے پر جانے کی اجازت ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی معیاری جمہوریت ہے۔ ہمارے ہاں ایسے ایرے غیروں کو ایسی سوچ تک رکھنے کی اجازت نہیں ہماری جمہوریت کا معیار بہت بلند ہے اس کے چاہنے والوں میں صرف خاندانی جاگیردار و سرمایہ دار' خاندانی گدی نشین اور خاندانی مولانا جیسے اعلٰے لوگ شامل ہیں۔

"یہ جمہوریت بچاؤ" کا نعرہ جو آج کل لگ رہا ہے۔ اس کی صحبت میں بیٹھے پیپلز پارٹی والے بھی لگا رہے ہیں۔ ایک مرتبہ پھر جھلک دیکھنے کے انتظار میں اس کے دروازے پر کھڑے مسلم لیگی بھی یہ نعرہ لگا رہے ہیں۔ اور دونوں کے سر پر دست شفقت پھیرنے والے مشائخ و علما بھی ان کے ساتھ اپنا سر ملا رہے ہیں۔ نہ جانے ان کو اپنی طاقت و قوت میں کہاں اور کیوں کمزوری محسوس ہونے لگی ہے کہ ایرے غیرے عوام سے جمہوریت بچانے کا شور مچا دیا ہے۔ کہیں سچ مچ ان ایرے غیرے عوام کے سروں میں "سر پھرنے والا" وائرس تو داخل نہیں ہو رہا؟ کیونکہ جمہوریت کو اصل خطرہ تو ان "سر پھرے" جمہور سے ہی ہو سکتا ہے۔ اللہ نہ کرے کہیں یہ وائرس متعدی شکل اختیار کر گیا تو! پھر جمہوریت کے ان خاندانی چاہنے والے بیچاروں کا کیا بنے گا؟

تاج رحیم

# دنیا کی کوئی طاقت انقلاب کا راستہ نہیں روک سکے گی

مولانا محمد اکرم اعوان

اللہ تعالیٰ کا نظام اتنا صحیح درست' ہر کام اپنے وقت پر' ایک ایک لمحہ اپنی رفتار سے' ایک ایک ذرہ اپنی صحیح جگہ پر' اور ایک ایک کردار اپنے درست وقت پر ظہور پذیر ہوتا ہے۔ انسان غلط فہمی کا شکار رہتا ہے۔ یہ سمجھتا ہے کہ میرے کرنے سے یہ کام ہوا میرے روکنے سے یہ کام رک گیا۔ کچھ بھی اس کے کرنے سے ہوتا نہیں اور کچھ بھی اس کے روکنے سے رکتا نہیں۔ اس بے اختیار کا اختیار صرف اتنا ہے کہ یہ حق کا ساتھ دینا چاہتا ہے یہ فیصلہ اس کے اختیار میں ہے۔

اس کا اختیار پیدا ہونے میں نہیں' اپنی شکل بنانے میں نہیں' اپنے رزق کی تنگی و فراخی میں نہیں' اپنی مدت پر نہیں' کسی کے لئے اس کا اختیار کیا ہو گا۔ اپنی ذات کے بارے میں جب اسے کوئی ذرہ برابر اختیار نہیں' اسے اپنی نیند پر اختیار نہیں کہ اپنی مرضی سے سو جائے' اسے اپنی بیداری پہ اختیار نہیں کہ یہ اپنی پسند سے جاگ جائے۔ یہ سارا نظام اس کے اپنے دست قدرت میں ہے اس کی ذات بہت عظیم ہے۔ وقت اس کا نظام ہے' اس کی مخلوق ہے' اس کے در پہ دست بستہ استادہ ہے۔ ہم وقت کے محتاج ہیں ہم بہت تیزی میں ہوتے ہیں بہت جلدی میں ہوتے ہیں وقت ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے اس کی قدرت کاملہ سے وقت بھاگ نہیں سکتا۔ اسے فکر نہیں ہوتی' اس کا اپنا ایک نظام ہے' وہ اس نظام کے ذریعے بندوں کی پرکھ کرتا رہتا ہے۔ فرماتا ہے اگر کسی نے میری عظمت کا اقرار کر لیا' میری توحید کا اقرار کر لیا' مجھے اپنا معبود برحق مان لیا تو وہ مان کر بے فکر نہ ہو جائے کہ اس نے بات کی اور اس پر مہر لگ گئی' نہیں۔ فرمایا "لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ دعویٰ ایمان کرنے کے بعد بس وہ موج اڑائیں گے" ایسا نہیں ہو گا لوگوں کا کیا خیال ہے کہ "انہیں جانچا نہیں جائے گا۔" دعویٰ اس نے کیا ہے اس میں کھرا کتنا ہے۔ دعوے کے گواہ چاہئیں۔ کوئی بھی دعویٰ بغیر گواہوں کے ثابت نہیں ہوتا اور دعویٰ ایمان کا گواہ بندے کا کردار ہوتا ہے۔ جب اس نے توحید باری کا اقرار کیا اللہ کو اپنا رب مانا تو کیا اپنی ضروریات کے لئے اللہ پر اعتماد کرتا ہے جب اس نے اللہ کو اپنا معبود مانا تو کیا اللہ ہی کی عبادت کرتا ہے یا اللہ کے احکام کبھی خواہش نفس کے لئے یا کبھی دوسروں کو خوش کرنے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کسی کا رب اس کی دکان ہے اور کسی کا رب اس کی ملازمت اور کسی کا رب کوئی افسر' کوئی بڑی ہستی' اس لئے کہ نام تو اللہ کا لیتے ہیں لیکن احکام الٰہی پر انہیں فوقیت دیتے ہیں۔ اللہ کی بات نہیں مانتے اور دین سے زیادہ کمانے کے لالچ میں اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں تو جس کا لحاظ

کرتے ہوئے اللہ سے بدلحاظی کی جائے حقیقتاً بندے نے رب اس کو مانا۔ یہی امتحان ہے اور فرمایا یہ اس پہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے ایک تم ہی نہیں کہ تمہارا امتحان ہو رہا ہے یہ سارے بنی آدم کے ساتھ قانون الٰہی یہی رہا ہے۔

اگلے دن یہاں کسی ساتھی نے سوال پوچھا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب ارواح پیدا کی گئیں تو اللہ کریم نے کچھ روحیں دائیں ہاتھ میں اٹھائیں اور کچھ بائیں مٹھی میں جو دائیں میں تھے وہ جنتی تھے جو بائیں میں تھے وہ جہنمی ہیں' پھر بندے کا قصور کیا ہے؟ تو میں نے یہ عرض کیا تھا کہ آپ کو سمجھنے میں غلطی لگی وہ اس لئے دوزخی نہیں ہو گئے کہ اللہ نے انہیں بائیں مٹھی میں اٹھا لیا تھا انہوں نے انجام کار دوزخ ہی جانا تھا اور اللہ کا علم قدیم ہے وہ جانتا تھا کہ یہ اپنی پسند سے دوزخ میں جائیں گے۔ اس لئے انہیں بائیں مٹھی میں اٹھایا۔ وہ انسانوں کی تخلیق سے پہلے بھی جانتا تھا کہ میں کتنے بندے پیدا کروں گا کیا قد کاٹھ ہو گا' کیا روزی ہو گی' کیا سوچیں گے' کیا عمل کریں گے' کہاں پہنچیں گے علم الٰہی میں تو ہر چیز موجود ہے یہاں علم الٰہی کی صورت یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق پر واضح ہو جائے کہ یہ اللہ کا کھرا بندہ ہے اور جو جھوٹ بولتے ہیں' محض دعویٰ کرتے ہیں' دل سے نہیں مانتے' ان کی بات بھی سامنے آ جائے اور کردار سے پتہ چل جائے کہ اس نے محض بات کی تھی اس کی کوئی حقیقت نہ تھی۔

ہے' گزر جاتا ہے۔ زوال آتا ہے' پھر وہ زوال بھی ویسا نہیں رہتا' پھر پلٹتا ہے وقت۔ لیکن اللہ کریم کا نظام ایسا ہے کہ جب تک کسی کو اس کا ڈر خوف رہتا ہے تب تک اس کے گناہوں پر بھی وہ درگزر فرماتا رہتا ہے۔ ایک لمحہ آتا ہے کہ بدکار اپنی برائی کو اپنی جرات سمجھتا ہے اور بے فکر ہو جاتا ہے کہ اسے کوئی نہیں روک سکتا' جب یہ صورت حال پیدا ہوتی ہے تو پھر کار پردازان قدرت الٰہی' اللہ کے لشکر' اسے روکتے ہیں۔ قدرت باری اسے روکتی ہے۔ یہ ایک اصول ہے فطرت کا جو آدم علیہ السلام سے لے کر ساری تاریخ انسانی پہ محیط ہے۔ جب فرعون کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ میری طاقت ناقابل شکست ہے بے چارہ خود موسیٰ علیہ السلام کو پالنا شروع کر دیتا ہے۔ اسے سمجھ ہی نہیں آتی کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو کیوں پال رہا ہوں۔ جب نمرود کو اپنی خدائی پر گھمنڈ ہو جاتا ہے' سمجھتا ہے' میں جنت یہیں بنا دوں گا۔ خدا تو وعدہ کرتا ہے کہ تم مرو گے اس کے بعد زندہ کروں گا' جنت دوں گا وہ جنت خود بنا لیتا ہے مگر اس کا جو حشر ہوا وہ تاریخ میں محفوظ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ خود برائی کو روکتا ہے۔ معاملہ قدرت الٰہی میں چلا جاتا ہے پھر اس کے فیصلے صادر ہوتے ہیں پھر برائی رکتی ہے اور حق غالب آتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے "بدکاروں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ ہم پر بھی سبقت لے جائیں گے اور ہماری قدرت کاملہ سے بھی نکڑے ہو جائیں گے انہوں نے بہت غلط اور بہت برا فیصلہ کیا۔"

یہ یاد رکھو کہ ظلم کی گھڑی ختم ہونے والی ہے ظالموں کا وقت محدود ہو چکا ہے انشاء اللہ غلبہ حق کا لمحہ آ پہنچا ہے۔ میں نہیں تعین کر سکتا وقت کا' لیکن میں یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اب اس میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ انشاء اللہ اور یہ طوفان ایسے اٹھے گا جسے روکنے کی کسی کو کوئی تجویز یاد ہی نہیں ہو گی' کسی کو فرصت ہی نہیں ملے گی اور بدکار بھاگتے ہوئے مارے جائیں گے۔

قانون فطرت یہ ہے کہ اچھی بری ہر چیز پہ وقت آتا

اس ملک کی تاریخ عجیب ہے یہ ملک انعام الٰہی ہے

جو خلوص کے ساتھ کئے گئے اس وعدے پر اللہ کی طرف سے عطا ہوا کہ اے اللہ ہم تیرے دین کی سربلندی پر تیری سلطنت قائم کرنے کے لئے یہ ملک حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر کسی کو اعتراض ہو تو قیادت پہ کر سکتا ہے کسی کو اعتراض ہو تو لیڈر شپ پہ کر سکتا ہے۔ لیڈر شپ کا متنازعہ فیہ ہونا کوئی عجیب بات بھی نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن ایک عام آدمی' ایک غریب مسلمان' ایک سادہ لوح کلمہ گو جو ہے وہ پورے خلوص سے اس بات پر جم گیا تھا' خواہ سیاست دانوں نے سچ کہا یا سیاست دانوں نے سیاسی چال کے لئے دین کا نام استعمال کیا۔ یہ الگ بات ہے لیکن جب دین کا نام آیا تو ایک عام مسلمان وہ گنہگار تھا' بدکار تھا' بے عمل تھا کیسا بھی تھا جب دین کے لئے قربانی دینے کی باری آئی تو اس نے اپنا سب کچھ لٹا دیا اور پورے خلوص کے ساتھ جان مال اولاد کی قربانیاں دے کر ہجرتیں کیں لیکن اس عزم کو

پورا کیا کہ ایک ملک ہونا چاہئے جس پر اللہ کی حکومت قائم کی جائے۔ چنانچہ ان مخلصین کی قربانیوں کا پھل اللہ نے عطا کر دیا۔ پھل جب پک گیا تو اس پر بھڑیں آ گئیں اور یہ بھڑوں کا چھتہ بن گیا انسانوں کے لئے اب اس میں رہنا دشوار ہو گیا۔ اس وطن عزیز پر ظالموں کو ظلم کرتے' بے دینوں کو بے دینی پھیلاتے اور فحاشی پھیلاتے نصف صدی بیت گئی۔ آج کی صورت حال یہ ہے کہ بدکار اور ظلم کرنے والوں نے یہ طے کر لیا ہے کہ کوئی طاقت ہماری برائی کو روک نہیں سکتی اور جو لوگ نمازیں پڑھتے ہیں' تسبیحات پڑھتے ہیں' چلے لگاتے ہیں' انہوں نے شاید طے کر لیا ہے کہ برائی کو روکنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ بدکاروں نے طے کر لیا ہے کہ کوئی انہیں روک نہیں سکتا۔ بلکہ اگر کوئی اس قسم کی بات ہو تو وہ ہنستے ہیں' مذاق اڑاتے ہیں کہ دیکھو

یہ بے وقوف ابھی تک کیا سوچ رہا ہے چنانچہ اس صورت حال میں قدرت کاملہ کے ظہور اور اختیارات الٰہی کے اظہار اور من جانب اللہ حق کو غالب کرنے والی قوتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ میں پیش گوئیاں پڑھتا بھی نہیں اور کرتا بھی نہیں' اس لئے کہ انسان کے پاس محدود علم ہے اور علم یقین تو صرف نبی علیہ السلام کا ہوتا ہے۔ ہمارا علم ایک تو محدود ہے' بہت تھوڑا ہے' پھر وہ غیر یقینی ہے' ایسے میں بات کرنے کا کیا فائدہ۔ لیکن میں آج یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ وہ گھڑی آن پہنچی ہے کہ اب اسلامی انقلاب ظہور ہونے والا ہے۔ یہ میں اس لئے نہیں کہہ رہا کہ یہ انقلاب میرا محتاج ہے یا آپ کا محتاج ہے' یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ یہ موقع آئے تو خود کو اسلام کے خادموں میں شامل کر لو باطل ٹھہر نہیں سکے گا۔ میں آپ کو بتا دوں کہ وقت آ گیا ہے۔ مجھے کسی سے نہ دشمنی ہے نہ کسی سے محبت' نہ

میں کسی سیاسی جماعت میں ہوں نہ کسی جماعت کے خلاف ہوں' میرا شعبہ ہی الگ ہے میں اپنا کام کئے جا رہا ہوں۔ اس محفل میں کوئی پیپلز پارٹی کا آئے کوئی مسلم لیگ کا آئے' کوئی کسی اور سیاسی جماعت کا آئے' ہمارا کام ہے بحیثیت مسلمان اسے اللہ کا پیغام پہنچانا اور احکام الٰہی کا بتانا' اس میں احکام الٰہی پر عمل کرنے کی آرزو (URGE) پیدا کرنا۔ بس یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اس میں وہ جذبہ پیدا کر دیں کہ احکام الٰہی پر عمل کرنے کے لئے اس میں جرات پیدا ہو جائے اس کا جی چاہنے لگے' اسے بھوک لگے نیکی کرنے کی' برائی اسے کڑوی لگے' گناہ کی تلخی اسے محسوس ہونے لگے۔ ہمارا شعبہ یہی ہے۔ اس میں کوئی پیپلز پارٹی ہے' نہ مسلم لیگ' نہ کوئی دوسری لیگ' نہ کوئی جماعت اسلامی ہے۔ کوئی بھی نہیں یہ سب مسلمانوں کا حصہ ہے یہ صرف پاکستانیوں کا

> **جو لوگ نمازیں پڑھتے ہیں' تسبیحات پڑھتے ہیں' چلے لگاتے ہیں' انہوں نے شاید طے کر لیا ہے کہ برائی کو روکنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ بدکاروں نے طے کر لیا ہے کہ کوئی انہیں روک نہیں سکتا۔**

بھی نہیں۔ اللہ کے جس بندے کو آج اسلام نصیب ہوا اس کا حق بھی اتنا ہی ہے جتنا صدیوں قدیم مسلمانوں کا ہے۔ اس میں جتنا حق اس ملک کے مسلمانوں کا ہے اتنا ہی ہندوستان کے مسلمانوں کا ہے اتنا ہی حق دنیا کے کسی بھی ملک کے ہر مسلمان کو حاصل ہے۔ لہذا ہمیں کسی سے دوستی' دشمنی کی بات کرنے کی ضرورت نہیں آپ کے حق کے لئے آپ کی بہتری کے لئے آپ کو بتا رہا ہوں کہ اب اس انقلاب کو کوئی بھی نہیں روک سکتا۔ مجھے نہیں پتہ یہ انقلاب کیسے آئے گا؟ مجھے نہیں پتہ کہاں سے نمودار ہو گا؟ میرے علم میں نہیں ہے وہ قادر ہے پتہ نہیں بیس بیس لاکھ جمع ہو جاتے ہیں تبلیغی جماعت کے لوگ شاید انہی کا دماغ پھیر دے وہ بیس لاکھ بجائے (DISPERSE) ہونے کے اسلام آباد کا رخ کر لیں۔ کون روکے گا انہیں؟ وہ اللہ قادر ہے پتہ نہیں کسی کو توفیق دے دے لیکن دے گا ضرور آج دیتا ہے کل دیتا ہے پرسوں دیتا ہے میرا خیال نہیں کہ شمس سال کا یہ سال گزر جائے اسی سال میں انشاء اللہ اس کی ابتدا ہو گی۔ ہو سکتا ہے میرے خیالات میں کوئی لغزش ہو' ہو سکتا ہے میرے سمجھنے میں کوئی لغزش ہو' لیکن جو میرے پاس ہے جو میں سمجھ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ برائی اپنی معیاد پوری کر چکی ہے اور بدکار اپنے انتہا کو پہنچ چکے' بے دین اپنی بے دینی کی حد کو چھو چکے اور بڑا وقفہ ہے نصف صدی بڑا لمبا عرصہ ہے نصف صدی میں کم و بیش دو نسلیں گزر جاتی ہیں۔ عموماً" تیس سال ایک نسل کی عمر شمار کی جاتی ہیں۔ نصف صدی ایک نسل کو ختم کر کے دوسری نسل کو بوڑھا کر دیتی ہے اور تیسری نسل جوان ہونے کے قریب ہوتی ہے۔ آپ دیکھ لیجئے جن لوگوں نے پاکستان بنتے دیکھا تھا بیشتر دنیا سے رخصت ہو گئے' جنہوں نے ان کی باتیں سنی تھیں وہ بوڑھے ہو گئے اور اب تیسری نسل پوچھتی ہے یار یہ تم نے کیوں جھک ماری تھی؟ ضرورت کیا تھی اس ملک کی؟ اور اب انہیں بتانا مشکل ہو رہا ہے؟ جو نسل بعد میں آ رہی ہے وہ پوچھتی ہے کہ بھئی ضرورت کیا تھی یہاں سے تو وہاں کا قانون تگڑا ہے۔ وہ اپنے ہندو ازم کا پرچار بین الاقوامی ٹیلی ویژن پر کرتے ہیں یہاں اسلام پر پھبتیاں کسی جاتی ہیں۔ اس سے تو بہتر تھا کہ وہیں ہوتے جہاں ہندوازم کی بات ہوتی ہے۔ چلو ہفتے میں دس دن بعد سہی کبھی ایک پیریڈ اسلام کا بھی ہوتا' یہاں تو مذہب کو نکال دیا گیا اسے باہر کر دیا گیا ذرائع ابلاغ دین کا مذاق اڑاتے ہیں۔ انصاف ملتا نہیں' عزت محفوظ نہیں' جان محفوظ نہیں' مال محفوظ نہیں تو پھر کیا ضرورت تھی الگ ملک کی۔ سکہ ہے تو روزانہ اس کا قد گھٹتا جا رہا ہے اور اگر یہ سال بھی یوں ہی بیت گیا تو شاید اگلے سال کے ابتدا میں کہا جائے گا کہ اب اس ملک کا سکہ کوئی نہیں سو ہی تو پیسے ہیں نا اس میں اور اس ایک سال میں ساتویں بار کمی ہو چکی ہے' اب کتنے بچے ہوں گے؟ کوئی دو چار پیسے بچے ہیں تو ایک دو ملے میں وہ

میرا شعبہ حکومت و سلطنت نہیں اگر یہاں اسلامی ریاست بھی بن جائے اور مجھے کوئی آ کر کہے کہ آپ اس ریاست کے سربراہ بن جائیں تو میں اس طرف نہیں جاؤں گا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے پاس فرصت ہی نہیں اور میں جو کام کر رہا ہوں یہ اس سے زیادہ اہم ہے۔ اللہ کسی بھلے انسان کو اس کا سربراہ بنا دے' اللہ کسی دین دار کو حکومت عطا کر دے' اللہ نیک لوگوں کو صاحب اختیار بنا دے۔ یہ مت سمجھئے گا کہ مجھے اب پیری سے حکومت کا جنون ہو گیا اور میں اس کے خواب دیکھ رہا ہوں' ایسی کوئی بات نہیں۔ میں جو کچھ ہوں اور جہاں ہوں مجھے اپنی یہ جگہ روئے زمین کی سلطنت سے زیادہ عزیز ہے۔

بھی جائیں گے پھر کہہ دیں گے' کہ اب اس ملک میں سکہ نہیں ہے۔ اب بیٹھے بٹا کرو' بنڈے بٹا کرو اور ان سے آٹا دانہ تبدیل کیا کرو چونکہ سکہ تو ختم ہو گیا۔ گائے بھینس کے عوض آٹا دانہ خریدو زمین جائیداد پر خریدو' سکے کی قیمت تو ختم ہو گئی۔ مگر اس دور کے آنے سے پہلے یہ بساط لپٹ جائے گی۔ یہ سارا کچھ پرامن نہیں ہو گا۔ اس میں بڑا خون بہے گا۔ کون کہہ سکتا ہے کون بچے گا۔ شاید ہمارا خون بھی کام آ جائے لیکن کوشش یہ کرو کہ خون بہہ جائے' حق پر بہہ جائے' حق کے مقابلے میں نہ مارے جائیں۔ موت اپنے وقت پر آئے گی اسے ہم نہیں روک سکتے۔ وہ کسی شاعر نے کہا تھا کہ ۔

خون پھر خون ہے گرتا ہے تو جم جاتا ہے
ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

ظلم مٹے گا انشاء اللہ اور اس کے مٹنے کا وقت آ پہنچا۔ کیا خبر کل ہی کوئی انقلاب کی خبر آ جائے خبر آج ہی آ جائے کیا خبر اس میں دس دن' دس مہینے لگ جائیں' لیکن مجھے یہ اعتبار ہے انشاء اللہ العزیز کہ یہ چھیانوے کا سال ختم نہیں ہو گا اس سے پہلے یہ تبدیلی شروع ہو جائے گی اور اتنے زور سے ہو گی اتنی قوت سے ہو گی کہ باطل طاقتیں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مبہوت رہ جائیں گی کوئی یورپی قوت کوئی امریکن آرمی' کوئی امریکی امداد اس کا راستہ نہیں روک سکے گی۔ "حق آیا اور باطل کو مٹنے ہی بنی اس لئے کہ مٹنا ہی باطل کا مقدر ہے۔"

دنیا کی کوئی کافر طاقت دنیا کی کوئی شیطانی طاقت اس کا راستہ نہیں روک سکے گی یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہونے والوں کے لئے زندگی بھر کے گناہوں کو معاف کرانے بخشوانے یا گناہوں سے پاکیزہ ہونے کا بہترین موقع ہوتا ہے۔ زندگی کی ساری خطاؤں کو راہ حق میں بہنے والا خون دھو دیتا ہے راہ حق میں زمین پر گرنے والا خون کا ایک قطرہ اللہ کے نزدیک وہ عزت پاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق دنیا و مافیہا سے شہید کے خون کا ایک قطرہ اللہ کو زیادہ عزیز ہے۔ بے شمار لذتیں پیدا کی ہیں رب العلمین نے کھانے کی' پہننے کی' حکومت کی' سلطنت کی' اقتدار کی' وقار کی' اور عجیب بات ہے کہ بڑی تکلیف دہ ہے موت انسان کی جو محلوں میں آئے' شاہی محلات میں آئے یا غریب کی کٹیا میں' ہسپتال میں آئے' آبادی میں آئے یا ویرانے میں' یورپ میں آئے یا امریکہ میں' بہرحال موت کی تلخی اپنی جگہ موجود ہوتی ہے اور بڑا تلخ لمحہ ہوتا ہے صرف ایک راستہ ہے جہاں موت میں بھی خداوند عالم نے وہ لذت بھر دی جس کی مثال دوسری جگہ کہیں نہیں ملتی۔

اور وہ ہے اللہ کی راہ میں شہادت کی موت حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ میدان حشر میں شہداء سے پوچھا جائے گا کہ تم نے میری راہ میں جانیں نچھاور کیں آج مانگو کیا چاہتے ہو تو وہ کہیں گے اللہ اگر ہماری پسند پہ بات ہو تو مامور عالم کو پھر سے سجایا جائے حق و باطل کا میدان ہو ہمیں زندگی دی جائے ہم وہی تیغ وہی گولیاں سینے پہ پھر سے کھانا چاہتے ہیں ہم اس خاک و خون میں پھر سے تڑپنا چاہتے ہیں جو لذت وہاں ملی تھی وہ دوبارہ کہیں نظر نہیں آتی راہ حق کی زندگی کی لذت تو زندگی کی لذت ہوتی ہے اور شاید کوئی کہہ دے کہ زندگی تو ویسے ہی لذیذ ہوتی ہے راہ حق کی موت میں بھی وہ لذت ہے کہ مرنے کے بعد بھی طلب کرے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں ملتا ہے ان کا معجزہ تھا مردے کو زندہ فرما دیتے تھے کسی قبر پر انہوں نے دعا کی مردہ زندہ ہو گیا اور پھر اس مردے سے آپ نے پوچھا کہ کیا تو چاہتا ہے میں اللہ سے دعا کروں تجھے اور زندگی مل جائے اس نے کہا نہیں اے اللہ کے نبی علیہ السلام تو نے مجھے اپنے معجزے کے لئے زندہ کیا تیرے معجزے کا اظہار ہو گیا۔ اب مجھے اپنی موت میں واپس بھیج دیں۔ انہوں نے فرمایا عجیب بات ہے تو دنیا سے اتنا جی بھر کے گیا ہے۔ اس نے کہا دنیا سے جی بھرنے کی بات نہیں میں دوبارہ موت کی تلخی سے نہیں گزرنا چاہتا اگر آپ مجھے

ہزاروں برس بھی عمر دلا دیں تو دوبارہ ان لمحات سے گزرنا' جو تلخی مرتے وقت میں نے محسوس کی ہے' دوبارہ وہ محسوس نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن شہید سرمیدان حشر یہ کہے گا کہ بارالہا پھر سے دنیا میں بھیج' حق و باطل کی بزم سجا' میدان کارزار گرم ہو میرا سینہ ہو اور دشمن کی گولیاں ہوں' دشمن کی تلواریں ہوں' میرا سینہ پھر سے چھلنی ہو میرے گردن پھر سے کاٹی جائے' مجھے پھر سے وہیں تڑپنا' وہیں لوٹنا خاک و خون میں تڑپنا منظور ہے کہ جو لذت وہاں ملی تھی وہ کہیں نظر نہیں آئی۔ جس راستے کی موت اتنی شیریں ہے اس کی زندگی کتنی لذیذ ہو گی۔

مگر اس بات کی سمجھ تب آتی ہے جب ہم اس موت کو قبول کرنے کا فیصلہ کر لیں۔ جب تک ہم زندگی کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے رہتے ہیں تب تک ہم پر موت کا خوف مسلط رہتا ہے۔ کوئی بھی شخص جب تک زندہ رہنے کی جدوجہد کرتا رہتا ہے تب تک اس پر موت کا خوف مسلط رہتا ہے اور جب وہ راہ حق میں موت کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے اس کی زندگی بھی شہدوانگبیں سے زیادہ لذیذ ہو جاتی ہے۔ زندگی کا ایک ایک لمحہ بھی اسے لذتیں دے جاتا ہے' ایک ایک سجدہ جمال باری کا آئینہ بن جاتا ہے' ایک ایک لفظ ذکر الہی کی دھیمی دھیمی لذتیں بدن میں سموتا رہتا ہے۔ زندہ رہنے کا بھی مزا آتا ہے موت کی بھی طلب ہوتی ہے کہ کب آئے راہ دیکھی جاتی ہے' انتظار کیا جاتا ہے' اس لئے کہ اس راہ میں موت ہزاروں زندگیوں سے بھی زیادہ لذیذ ہو جاتی ہے۔

ہماری ملاقات طے ہے رب العالمین سے۔ انہیں بتا دو کہ ملاقات کا لمحہ آنے والا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ "وہ وقت ضرور آنے والا ہے۔" ساری عمر اس ایت کی تعبیر "قیامت" پر کرتے رہے' میدان حشر پر کرتے رہے لیکن میری یہ بات بھی یاد رکھ لو یہ میدان حشر یہاں بھی قائم ہونے والا ہے یہ لمحہ اس وطن عزیز میں اسی ملک میں اسی جگہ پر آنے والا ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے کہ "وہ ساری باتیں سن بھی رہا ہے وہ سارا کچھ جانتا بھی ہے۔"

مجھے آپ نے سیاسی جلوس میں نہیں دیکھا ہو گا' میں کسی احتجاج یا ایجی ٹیشن کا حصہ نہیں ہوں' کسی کے آنے جانے سے میرا کوئی تعلق یا رشتہ نہیں ہے۔ میں نے پہلے عرض کر دیا کہ میں تو آیا تھا اپنی اصلاح کے لئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے ذہن میں کبھی یہ نہیں تھا کہ میں اللہ اللہ کروں گا اور پیر بن جاؤں گا۔ اس لئے کہ نہ میں پیر تھا نہ پیروں کی اولاد تھا۔ ایک عام انسان تھا ایک عام انسان ہوں پیر آج بھی نہیں ہوں۔ آج بھی ایک عام آدمی ہوں آیا تھا اپنی اصلاح کے لئے یہ ذمہ داری گلے پڑ گئی۔ اب یہ اللہ بہتر جانتا ہے یہ میں کس حد تک نبھا رہا ہوں' کتنی کوتاہیاں ہوتی ہیں' کتنی لغزشیں ہوتی ہیں یا اس میں میری دیانت اور خلوص کتنا شامل ہے۔ لیکن ہوا یہ کہ میں آیا اپنا اصلاح کے لئے تھا ذمہ داری گلے پڑ گئی اور نبھا رہا ہوں۔ میرا شعبہ حکومت و سلطنت نہیں اگر یہاں اسلامی ریاست بن جائے اور مجھے کوئی آ کر کہے کہ آپ اس ریاست کے سربراہ بن جائیں تو میں اس

> اس انقلاب کو کوئی نہیں روک سکتا۔ مجھے نہیں پتہ یہ انقلاب کیسے آئے گا؟ مجھے نہیں پتہ کہاں سے نمودار ہو گا؟ میرے علم میں نہیں ہے وہ قادر ہے بیس بیس لاکھ جمع ہو جاتے ہیں تبلیغی جماعت کے لوگ شاید انہی کا دماغ پھیر دے وہ بیس لاکھ بجائے منتشر ہونے کے اسلام آباد کا رخ کر لیں۔ کون روکے گا انہیں؟ وہ اللہ قادر ہے پتہ نہیں کس کو توفیق دے دے لیکن دے گا ضرور۔

طرف نہیں جاؤں گا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے پاس فرصت ہی نہیں اور میں جو کام کر رہا ہوں یہ اس سے زیادہ اہم ہے۔ اللہ کسی بھلے انسان کو اس کا سربراہ بنا دے' اللہ کسی دین دار کو حکومت عطا کر دے' اللہ نیک لوگوں کو صاحب اختیار بنا دے۔ یہ مت سمجھئے گا کہ مجھے اب پیری سے حکومت کا جنون ہو گیا اور میں اس کے خواب دیکھ رہا ہوں' ایسی کوئی بات نہیں۔ میں جو کچھ ہوں اور جہاں ہوں مجھے اپنی یہ جگہ روئے زمین کی سلطنت سے زیادہ عزیز ہے۔ میرے پاس فرصت نہیں ہے کہ میں ان جھمیلوں میں پڑوں۔ لیکن میں آپ کو یہ خبر دے رہا ہوں کہ ایسا لمحہ جب آئے گا آپ مجھے اس کے سپاہیوں میں ضرور پائیں گے' میں کبھی پیچھے نہیں رہوں گا۔ اس میں مجھے کوئی ڈر نہیں کسی حکمران کا کسی حاکم کا کسی حکومت کا کسی سیاست دان کا یا کسی کا اس لئے کہ انشاء اللہ العزیز جب بھی اسلامی انقلاب کا طوفان اٹھے گا اس کے پہلے پہلے سپاہیوں میں ہم ہوں گے۔ میں کبھی پیچھے نہیں رہوں گا۔ حکومت کے لئے نہیں نفاذ اسلام کے لئے اپنی جان لٹانے کے لئے' اس لئے نہیں کہ حکمران بن جائیں اس لئے کہ جو لغزشیں جو کوتاہیاں' جو خطائیں زندگی بھر کرتے رہے شاید اللہ کو ہمارا خون بہانا پسند آ جائے رگ جاں سے ابلتا ہوا خون ہماری شرمندگی کو دھو دے اور ہم میدان حشر میں سرخرو ہو سکیں۔ صرف اس لئے کہ یہ وہ راستہ ہے جس کے لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جسد اطہر پر زخم کھائے' دندان مبارک شہید کرائے رخ انور زخمی کرایا' وہ راستہ ہے جس کے لئے اپنے محبوب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو اپنے محبوب چچا کو' ان کے اجسام کے ٹکڑوں کو لپیٹ لپیٹ کر گٹھڑیاں بنا کر قبروں میں اتارا' خود اپنے ہاتھ مبارک سے یہ وہ عظیم راستہ ہے جس راستے میں کتنے والوں میں بڑے بڑے عظیم نام ہیں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم جیسے حقیر لوگوں کو یہ سعادت نصیب ہو جائے کہ ہم میدان حشر میں شہداء کی صفوں میں کھڑے ہوں۔ اس سے بڑی

سلطنت کوئی ریاست نہیں اور یہ یاد رکھ لو ظلم کی گھڑی ختم ہونے والی ہے ظالموں کا وقت محدود ہو چکا ہے انشاء اللہ غلبہ حق کا لمحہ آ پہنچا ہے۔ میں نہیں تعین کر سکتا وقت کا' لیکن میں یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اب اس میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ انشاء اللہ اور یہ طوفان ایسے اٹھے گا جسے روکنے کی کوئی تجویز یاد ہی نہیں ہو گی' کسی کو فرصت ہی نہیں ملے گی اور بدکار بھاگتے ہوئے مارے جائیں گے۔ انشاء اللہ العزیز یہ بنیاد بنے گی وطن عزیز میں انقلاب انسانی کی اور صرف یہاں نہیں یہ نشاۃ ثانیہ روئے زمین پر پھر سے مخلوق کو پھر سے ہدایت نصیب ہو گی' روئے زمین پر ہونے والے ظلم کی کلائیاں پھر سے مروڑی جائیں گی اور پھر سے زمانہ امن ہو گا۔

ظہور مہدی کی بات ابھی دور ہے یہ سارا کچھ ہو گا اور مدتوں رہے گا پھر باطل پھیلے گا پھر فساد پھیلے گا پھر شاید کہیں ظہور مہدی ہو اور اس میں شاید کتنا وقت لگے گا مگر یہ سارا کچھ اب ہو گا انشاء اللہ اور فوراً ہو گا۔

آپ کو بتا رہا ہوں اس لئے نہیں کہ میں کوئی پیش گوئی کر رہا ہوں' آپ کو اس لئے بتا رہا ہوں کہ خود کو تیار کر لیجئے اللہ کے ساتھ خلوص کے ساتھ بات کر لیجئے کہ بار خدایا مجھے بھی لے لینا۔ وہ محتاج نہیں ہے۔ وہ فرماتا ہے اگر کسی نے مجاہدہ کیا کسی نے جہاد کیا کسی نے محنت کی کسی نے قربانی دی کوئی سر مقتل نکل آیا تو مجھ پر احسان کرنے نہیں آئے گا۔ اگر کسی نے گردن بھی کٹوائی تو اپنے لئے کٹوا رہا ہو گا کہ اس میں خود اس کا بھلا ہو گا۔ اس بات کا انتظار نہ کیجئے کہ اللہ کو آپ کی ضرورت ہے' وہ ہمیں پکڑنے آئے گا' ہمیں کہے گا آ جاؤ۔ نہیں وہ بے نیاز ہے' ضرورت مجھے ہے ضرورت آپ کو ہے' آپ طے کر لیجئے کہ جب دین حق کا نعرہ بلند ہو گا تو انشاء اللہ ہمارے سینے ہماری گردنیں حاضر ہوں گی۔ دعا کیا کریں اللہ کریم سے کہ بارالٰہ مجھے اس قافلے میں ضرور لے کے جانا یہ مقابلہ حق و باطل کا ہو گا یہ مقابلہ سیاست دانوں کا سیاسی جماعتوں کا من و تو کا نہیں ہو

گا، یہ کوئی امیر غریب کی جنگ نہیں ہو گی، یہ کوئی شیعہ سنی فساد نہیں ہو گا یہ کوئی جماعت اسلامی یا پیپلز پارٹی کی لڑائی نہیں ہو گی یہ حق و باطل کا مقابلہ ہو گا۔ کتنے ایسے ہوں گے جو نام کے اسلامی کہلاتے ہوں گے، باطل کی طرف سے مارے جائیں گے۔ کتنے ایسے مخلصین ہوں گے جو نادانی سے باطل میں پھنسے ہوئے ہیں، شاید موقع آیا تو نعرہ مار کر حق کی طرف ہو جائیں گے۔ جب ترازو رکھا جائے گا، گردنیں ناپی جائیں گی، سر تو لے جائیں گے سینے شق ہوں گے تو پتہ چلے گا کون کس طرف ہے اور وہ خود بہتر جانتا ہے۔ وہی بہتر جانتا ہے کہ کون کس طرف ہو گا اور کون کہاں کام آئے گا لیکن یہ بڑی بات ہے کہ کسی کو بروقت پتہ ہو۔ میں نجومی ہوں نہ کوئی فال نکالنے والا، میری اپنی کیفیات قلب ہیں جو میں آپ کو بتا رہا ہوں میرے پاس اس بات کی بھی کوئی دلیل نہیں کہ جو میں کہتا ہوں وہ صحیح ہے، سوائے اس کے کہ اس کی ذات پر مجھے اعتبار ہے۔

ہلاکو خان کے پاس ایک نجومی پہنچا اور وہ مختلف اندازے علم و نجوم سے لگا کر اسے بتاتا اس نے کہا یار ایک بات بتاؤ کہ اگر میں کسی جگہ جنگ پہ جاتا ہوں تمہارا علم بتاتا ہے کہ مجھے وہاں شکست ہو گی، تو تم یہ کر سکتے ہو کہ اس شکست کو فتح میں تبدیل کر دو وہ کہنے لگا نہیں یہ تو میرے بس کی بات نہیں میں تو جو واقعات اندازے میں آئیں گے کہ یہ ہونے والے ہیں وہ بتا سکتا ہوں۔ تو ہلاکو خان نے کہا پھر ضرورت کیا ہے تمہاری، پھر فائدہ کیا جو ہونا گرائے گا تو میری بات آپ کی بات کا جواب ہو گی۔ ہلاکو کے دربار میں تو سناٹا ہوتا تھا ہوا بھی تیزی سے نہیں گزرتی تھی، سانس اونچی کوئی نہیں لیتا تھا۔ تانبے کا تھال گرا جب فرش پر تو ایک زلزلہ برپا ہو گیا۔ اس وقت دربار میں بڑے بڑے لوگ جرنیل وغیرہ بیٹھے تھے۔ کسی نے تلوار کھینچ لی، کسی نے بھاگنے کی کوشش کی، کوئی پردے کے پیچھے چھپا کوئی سلطان کے آگے آ کر کھڑا ہو گیا۔ بس افراتفری میں جو جس کے ذہن میں آئی کر گزرا۔ سکون سے صرف وہ نجومی بیٹھا تھا۔ بادشاہ بھی مزے سے بیٹھا تھا۔ نجومی نے کہا بادشاہ سلامت میرے علم کا یہ فائدہ ہے ساری دنیا گھبرا گئی آپ بھی مزے سے ہیں، میں بھی سکون سے ہوں، ہم اپنا فیصلہ آرام سے کر سکتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ یہ سارے جو ہیں یہ پریشانی میں اور گھبراہٹ میں اچھل کود کر رہے ہیں۔

تو میرے بھائیو! میرے بتانے کا فائدہ آپ کو صرف یہ ہو گا کہ جو ہونا ہے وہ نہ میرے کہنے سے ہو گا نہ کسی کے روکنے سے رکے گا۔ میں ہرگز ایسی بات نہ کرتا۔ اس کا فائدہ صرف یہ ہے کہ ہم آج یہ فیصلہ کر سکتے ہیں سکون کے ساتھ بیٹھ کر کہ ہمیں کس جماعت میں شامل ہونا ہے۔ زندہ رہیں تو کس کے ساتھ رہیں گے، مرنا پڑا تو کس طرف کٹ کے گریں گے۔ اس کے بعد میں دعا ہی کر سکتا ہوں کہ وہ بے نیاز ہے وہ جب چاہتا ہے تو کسی کی بات بھی قبول کر لیتا ہے اور بڑے بڑے گنہگاروں کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ باطل کی طرف سے آنے والوں کو حق کا ساتھی بنا دیتا

> برائی اپنی میعاد پوری کر چکی اور بدکار اپنی انتہا کو پہنچ چکے،
> بے دین اپنی بے دینی کی حد کو چھو چکے

ہے وہ تو ہونا ہی ہے ازخود سامنے آ جائے گا تمہاری کیا ضرورت ہے۔ نجومی کہنے لگا بادشاہ بات یہ ہے کہ تم جب صبح دربار کے لئے بیٹھو تو کسی خادم سے کہو دربار ہال کی گیلری سے تانبے کا ایک تھال نیچے گرا دے اور کسی کو خبر نہ ہو سوائے میرے آپ کے اور اس خادم کے جب وہ ہے اور وہ بے نیاز ہے وہ بڑے بڑے مقدس لوگوں کے تقدس کو خاطر میں نہیں لاتا۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا اس نے چار سو برس عمر پائی اور وہ جب بالغ ہوا تو قوم سے الگ ہو کر ایک سمندر کے

چھوٹے سے جزیرے پہ چلا گیا جس پر وہ اکیلا بنی آدم تھا۔ چار سو برس اس نے محض ذکر اذکار اور عبادت میں گزار دیئے۔ اللہ کریم نے کوئی بیل پیدا کر دی جس پر پھل لگتے تھے سارا سال لگتے رہتے تھے ایک میٹھا چشمہ جاری کر دیا وہی اس کی غذا تھی' وہیں رہتا تھا جب اس کی موت آئی تو ملک الموت کو حکم ہوا کہ اس سے پوچھ لو کس حال میں مرنا چاہتا ہے۔ پوچھا گیا تو اس نے کہا مجھے دو رکعت نماز ادا کرنے دو' جب دوسری رکعت کے آخری سجدے میں جاؤں تو میری روح قبض کر لینا اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرائیل امین نے مجھے بتایا کہ میں اب بھی آسمانوں سے اترتا ہوں یا اوپر جاتا ہوں تو اس کے وجود کو اس طرح سربسجود دیکھتا ہوں۔ گرم و سرد زمانہ سے اللہ نے اس کے وجود کو محفوظ کر دیا ہے نہ دھوپ اثر کرتی ہے' نہ بادل اثر کرتا ہے' نہ وہ خراب ہوتا ہے' جس طرح اس کی روح قبض ہوئی تھی اسی طرح اس پہاڑی کے ساتھ وہ اس کا وجود سجدے میں ہے۔ حشر برپا ہو گا تو اسی طرح سجدے میں اٹھے گا لیکن عجیب بات یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کہ جب وہ پیش ہو گا تو اللہ کریم فرماتے ہیں "میں ارشاد کروں گا میری بخشش سے میری رحمت سے میرے بندے کو جنت میں لے جاؤ۔"

کچھ قربان کر کے صرف سجدے کیئے' صرف ذکر کیا تو کچھ تو اثر میری عبادت کا بھی ہو گا۔ تو حکم ہو گا روک لو اسے۔ میری نعمتیں جو اس نے چار سو سال استعمال کیں ان کے بدلے اس کی عبادت کا وزن کیا جائے اب ایک نعمت جو آنکھ کی ہے وہ پہلے تولی جائے گی اور عبادت کم پڑ جائے گی چونکہ چار سو برس دو آنکھیں بھی تو چلتی رہیں۔ تو جبرائیل امین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وہ ایک نعمت جب تولی جائے گی تو عبادت کم پڑ جائے گی اب باقی جتنی نعمتیں ہیں وہ باقی رہ جائیں گی تو ارشاد ہو گا "یہ عدل کا' برابری کا طالب تھا تول میں ٹھہر گیا۔ اسے جہنم میں بھیج دو جب تک وہ سارا معاملہ پورا نہیں ہوتا۔ پھر عرض کرے گا بارالہ مجھ سے بھول ہوئی اگر چار سو برس نہیں ہوئی تو یہاں آکر ہو گئی جہاں نہیں ہونی چاہئے۔ میری اس لغزش کو معاف کر دے۔ تو حضور صلی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں اسے پھر معاف کر دیا جائے گا کہ اچھا اگر رحمت کا طالب ہے تو پھر تجھے جنت دیتا ہوں لیکن اگر محاسبے کا شوق ہے تو اپنی نیکیوں کا وزن کر لے میری نعمتوں کے مقابلے میں۔

اللہ کو ہمارے تقدس کی ضرورت نہیں۔ ہماری نیکیوں کی وہاں کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہم کچھ بھی

> طوفان آرہا ہے ایجنسیاں روک سکتی ہیں تو روک لیں۔ حکومت روک سکتی ہے تو روک لے' امریکہ روک سکتا ہے تو موقع ہے اور کوئی بند باندھ سکتا ہے تو موقع ہے۔
> میں آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ روکنے والوں میں نہیں اس طوفان کا حصہ بنئے گا۔ اللہ کریم ہمیں قبول فرمائے اور اتنی مہلت دے کہ اس ملک پر نافذ ہوتا ہوا دین دیکھیں' یہاں اسلام کا انصاف ہوتا ہوا دیکھیں' یہاں ظلم کو سرنگوں دیکھیں۔

اس پر وہ عرض کرے گا' بار الہ تیری رحمت تو ناپیدا کنار۔ لیکن کچھ تو میرے نیکی کا اثر بھی ہو گا' تیری رحمت کے سہارے جنت جاؤں گا۔ تو نے مجھے چار سو برس زندگی دی ہر طاقت انسانی میرے وجود میں پیدا کی اور میں نے سارا

کریں اس کی نعمتیں پھر بھی زیادہ ہیں ہاں ہمارے فیصلے کی قدر وہ کرتا ہے۔ اس بات کی بڑی قدر ہے کہ کوئی بھی بندہ یہ طے کر لے کہ اے اللہ مجھے تیرے لئے جینا مرنا ہے۔ اس بات کو وہ بڑا پسند کرتا ہے۔ وہ بندہ فقیر ہو گلی کا جے

کوئی بلانا پسند نہ کرتا ہو' وہ اسے اپنا مقرب بنا لیتا ہے۔ وہ بندہ سلطان و میر ہو اسے وہ اپنا مقرب بنا لیتا ہے اور جو یہ فیصلہ نہیں کر سکتا اس کے سارے اوصاف خود اللہ کے دیئے ہوئے ہوتے ہیں اللہ اس کا محتاج نہیں ہوتا کہ یہ بڑا بہادر ہے' بڑا قد آور ہے یہ بڑا مالدار ہے' یا بڑا ذہین ہے۔ یہ ساری چیزیں اس نے کہاں سے لیں؟ وہ تو اللہ کی اپنی دی ہوئی ہیں' وہ جب چاہے واپس لے لے۔ کسی کی اپنی نہیں ہیں وہ کسی کے اوصاف کا محتاج نہیں ہے لہٰذا فیصلہ کرنے میں دیر نہ کیجئے ہو سکتا ہے ایجنسیوں کے لوگ میری بات کو غلط رنگ میں لیں ہو سکتا ہے وہ یہ سوچ رہے ہوں کہ اس نے کوئی حملہ کرنے کا پلان بنایا ہے' تو میرا حملہ تو آپ ہی لوگ ہیں۔ آپ کے پاس شاید پنسل تراشنے کے لئے چاقو بھی نہیں ہے۔ یہ فیصلہ تو اوپر ہونا ہے کہ وہ کس کو توفیق دیتا ہے' کس طرف سے دیتا ہے۔ لیکن میں یہ بتا رہا ہوں کہ طوفان آ رہا ہے ایجنسیاں روک سکتی ہیں تو روک لیں۔ حکومت روک سکتی ہے تو روک لے' امریکہ روک سکتا ہے تو موقع ہے اور کوئی بند باندھ سکتا ہے تو موقع ہے۔ میں آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ روکنے والوں میں نہیں اس طوفان کا حصہ بنئے گا۔ اللہ کریم ہمیں قبول فرمائے اور اتنی مہلت دے کہ اس ملک پر نافذ ہوتا ہوا دین دیکھیں' یہاں اسلام کا انصاف ہوتا ہوا دیکھیں' یہاں ظلم کو سرنگوں دیکھیں اور یہاں بڑے بڑے متکبر اور جبار اکڑ کر بات کرنے والوں کو اللہ کی عدالت میں اور اللہ کے دین کی عدالت میں کھڑا ہوا دیکھیں۔ ہر مظلوم پر ظلم کا بدلہ دیا جائے' ہر ظالم کو اس کے ظلم کا بدلہ دیا جائے' انصاف ہو' لوگوں کی جان و مال آبرو محفوظ ہو' دین اسلام اس ملک کا سلیبس ہو' دین اسلام اس ملک کی معیشت ہو' دین اسلام اس ملک کی سیاست ہو' دین اسلام اس ملک کا قانون ہو اور دین اسلام اس ملک کی سلطنت و حکومت ہو۔ اللہ کرے ہمیں بھی یہ گھڑی دیکھنی نصیب ہو اور اگر اتنی فرصت نہیں ہے تو پھر جان نکلے تو اس کی راہ میں نکلے' خون بہے تو اس کوشش میں بہے' موت آئے تو اس راستے میں آئے۔

## اجتماع مرشد آباد

26 ستمبر بروز جمعرات
احباب عصر تک مرشد آباد پہنچ جائیں رات کا قیام مرشد آباد میں ہو گا

اور

27 ستمبر کو جمعۃ المبارک دارالعرفان میں ادا کیا جائے گا۔

## دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی اور امیر جماعت (مردان) محمد درویش کے ماموں میر ولی خاں وفات پا گئے ہیں ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

## خریدار متوجہ ہوں

اگر آپ کو مہینے کی پانچ تاریخ تک رسالہ نہ ملے تو فوراً ایک خط یا پوسٹ کارڈ کے ذریعے ہمیں اطلاع کر دیں۔ آپ کی اطلاع زیادہ سے زیادہ ۱۰ تاریخ تک ہمیں ملنے پر اگلے ماہ کی ترسیل کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیج دیا جائے گا۔
لیٹ اطلاع کی صورت میں معذرت

ایڈیٹر

## ضرورت رشتہ

گوجر فیملی کے ۲۸ سالہ آرمی میجر کے لئے متوسط گھرانے کی MBBS کوالیفائیڈ (آخری سال بھی قابل غور) عمر ۲۵' ۲۴ سال۔ جٹ' راجپوت' آرائیں خاندان سے رشتہ مطلوب ہے۔
رابطہ کے لئے :- آفتاب اقبال احمد ۸۰ اویسہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور فون : 5180397

# اجتماع

# لنگر مخدوم

3 اکتوبر بروز جمعرات شروع ہوگا
اور جمعہ کے روز جاری رہے گا

کرنل مطلوب حسین ناظم اعلیٰ

ٹرانسپورٹ کے لیئے
سرگودھا اڈہ پر
سرگودھا جماعت کی طرف سے
انتظام ہوگا۔ جس کی
آخری بس 5 بجے
شام روانہ ہوگی۔
آخری بس کیلیئے
انتظار نہ کیجیے،
ایسا نہ ہو آپ کو اس
میں جگہ نہ مل سکے۔

# علم کی ضرورت

مولانا محمد اکرم اعوان

عربی کا ایک مقولہ ہے کہ **طالب الدنیا کلب۔** جسے صرف دنیوی اغراض ہی کی پڑی ہوئی ہے اور جو صرف دنیا حاصل کرنے کے لئے محنت کر رہا ہے' اسے آخرت کی عقبیٰ کی کوئی فکر نہیں ہے فردہ قیامت بھولا ہوا ہے۔ دنیا کمانے کے مختلف طریقے ہیں کوئی تجارت کرتا ہے' کوئی ڈاکہ ڈالتا ہے' کوئی پیر فقیر بن کر اپنی نیکی کو استعمال کر کے پیسے کما لیتا ہے' کوئی اپنی اس تقریر و تحریر کے زور سے دولت جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس سارے کا مقصد دنیا کمانا ہوتا ہے۔ تو فرماتے ہیں عربی کا ایک مقولہ ہے کہ **طالب الدنیا کلب۔** دنیا کے طلب گار تو کتے ہیں ان کی تو بات ہی نہیں ہے۔ جس بندے کی محنت صرف حصول دنیا کے لئے ہے وہ انسانیت کے مقام ہی سے گر گیا وہ تو ایک کتا ہے انسان نہیں ہے۔

**وطالب العقبیٰ مونث۔** جو اس غرض سے مسلمان ہے کہ مجھے آخرت مل جائے گی فرمایا وہ بھی مرد نہیں ہے۔ وہ بھی عورتیں ہیں' مونث ہیں۔

**طالب المولیٰ مذکر۔** مرد وہ ہیں جنہیں صرف اللہ کی طلب ہے۔ اپنی کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔ تو اس آیت مبارکہ میں یہی بات ارشاد فرمائی گئی کہ دنیا میں لوگ اپنی اغراض کے پیچھے دیوانے ہو رہے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ دنیا کے ہر معاملے میں ہر بندہ فکر کرتا ہے اگر کسی کا باپ دکاندار ہے تو بیٹا ٹھیکے دار ہوتا ہے۔ اگر آپ سوال کریں کہ دکانداری اور ٹھیکے داری کا کیا جوڑ ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ دکانداری میں اتنی آمدن نہیں جتنی اس طرف ہے تو چلو والد صاحب کی عمر تو بیت گئی لیکن اب نیا زمانہ ہے' نئی ضرورتیں ہیں' نئے میدان ہیں میں نے اس طرف کوشش کر لی ہے۔ ایک بندہ کاشتکاری کرتا ہے تو اس کا بیٹا بیرسٹر بن کر ہائی کورٹ میں بیٹھا ہوتا ہے۔ ایک بندہ خود مستری بھی نہیں ہے بیٹا انجینئر بن گیا۔ ایک بندے کو اسپرین کا نام بھی نہیں آتا اس کا بیٹا ڈاکٹر بن گیا۔ وہ اس بات پہ نہیں رہتے کہ جو باپ کرتا ہے اسی پہ گزارہ کرو۔ نہیں۔ ہر بچہ' ہر بندہ' ہر جوان' ہر آنے والا نیا انسان یہ سوچتا ہے کہ بزرگوں کا وقت تو جیسے تیسے گزرا۔ لیکن میں اپنے لئے کچھ بہتر راستے تلاش کروں۔ زیادہ ذرائع آمدن اختیار کروں مگر جب ہم دین کی طرف آتے ہیں تو کہیں بچپن میں دادی اماں نے جو نماز یاد کرا دی تھی خواہ اس کے الفاظ درست ہوں یا غلط' ہم اسی پہ رہتے ہیں۔ کوئی یہ نہیں سوچتا کہ وہ بے چاری تو پڑھی ہوئی نہیں تھی یا بابا جان نے یاد کرا دی تھی تو وہ تو پڑھے ہوئے نہیں تھے یا محلے کے مولوی صاحب نے یاد کرا دی تھی تو ان کا بھی اتنا مطالعہ تو نہیں تھا۔ پتہ نہیں انہوں نے مجھے صحیح تلفظ یاد کرایا یا غلط کرایا؟ یا میری عمر اب ساٹھ ستر برس ہونے کو آئی ہے تو یہ جو میں روز سورۃ فاتحہ پڑھتا

ہوں۔ اس کا ترجمہ کیا ہے؟ یا میں تسبیحات پڑھتا ہوں۔ مقصد کیا ہے؟ یا یہ جو میں رکوع و سجود کرتا ہوں۔ ان کا کوئی مفہوم بھی ہے یا یہ محض ایک ورزش ہے؟ یہ سوال کبھی دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ یہ کوئی نہیں سوچتا کہ میرا باپ جو تھا اس نے تو گزارہ کیا میں ذرا اس سے زیادہ بڑھ چڑھ کر نیکی میں حصہ لے لوں یا بزرگوں نے تو اپنا وقت گزارا' ان کے پاس وہ ذرائع نہیں تھے' انہیں علم نہیں تھا' ان کا اتنا اثر و رسوخ نہیں تھا' تب ذرائع آمدورفت اتنے نہیں تھے یا ان کا عہدہ یہ نہیں تھا' مجھے اللہ نے عہدہ دیا ہے' لوگ میری بات سنتے ہیں' میرے پاس پیسے ہیں' گاڑی ہے تو میں دین کے معاملے میں ان سے زیادہ دین کی خدمت کروں۔ ان سے زیادہ کام کروں۔ یہ کوئی نہیں سوچتا۔ اس بات کو ان آیات مبارکہ میں (سورۃ نمل کی آیات ہیں۔ بیسویں پارے میں۔ غالباً" بیسویں پارے کا یہ پانچواں رکوع ہے)

اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میدان حشر میں ہر قوم میں سے ایک بہت بڑی فوج' ہر امت میں سے بے شمار لوگ ہوں گے۔ جنہوں نے دنیا میں ہمارے احکام کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ ہماری آیات کو جھٹلایا۔ ہماری باتوں پہ یقین نہ کیا۔ تو ہم جس جس درجے کا جس کا جرم ہو گا۔ **یوزعون**۔ ان کی درجہ بندی کر دیں گے۔ جو جس درجے کا ہو گا اسے اس درجے میں جمع کر دیں گے۔ جب ہمارے پاس پہنچیں گے تو پھر سب سے بات ہو گی۔ **حتی اذا جاءو**۔ فرشتے ان کی درجہ بندی کر کے جب بارگاہ الوہیت میں پیش کریں گے تو اللہ کریم فرماتے ہیں۔ میں خود ان سے سوال کروں گا۔

**اکذبتم بایتی**۔ میں نے تمہیں پیدا کیا' میں نے تمہیں رزق دیا' عمر دی' صحت دیا' وقت دی' فرصت دی' میں نے تمہارے پاس نبی مبعوث فرمایا' میں نے تمہارے پاس کتاب بھیجی اور تم لوگوں نے میری مخلوق ہو کر میرے عاجز بندے ہو کر **اکذبتم**۔ تم نے میری بات کو غلط کہا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ تم جو میری ایک ادنی سی مخلوق ہو' جو میرے احسانوں تلے دبے ہوئے ہو' جن کا وجود میں نے بنایا اور اگر میں بناؤں تو تم ہو میں نہ بناؤں تو تم ہو ہی نہیں' تمہاری یہ حیثیت **اکذبتم بایتی**۔ تم نے میری آیات کا انکار کر دیا اور انہیں جھوٹا بتایا! پھر فرمایا میں خود وجہ بتاؤں گا تمہیں کہ کیوں؟

**ولم تحیطوا بھا علما**۔ تم نے ان کے بارے کوئی علم ہی حاصل نہیں کیا۔ تم نے یہ سمجھنا ہی نہیں چاہا کہ بات کس کی ہے؟ کون کہہ رہا ہے؟ اور ہم کون ہیں؟ ہم کیا ہیں؟ کیا بات ہو رہی ہے؟ کہنے والی ہستی کون ہے؟ ہم تک پہنچانے والی ہستی کون ہے؟ اس کتاب کی حیثیت کیا ہے؟ یہ آیات کس ذات کی ہیں' ہمارا اس کے ساتھ رشتہ کیا ہے؟ ہماری حیثیت کیا ہے؟ اور قادر مطلق کی شان کیا ہے؟

**ولم تحیطوا بھا علما**۔ تم نے اس بارے میں رائی برابر علم حاصل نہ کیا۔ ساری زندگی ضائع کر دی اور یہ سمجھنے کی کوشش ہی نہ کی کہ ہم سے کون بات کر رہا ہے؟ اور کیسے کر رہا ہے؟ ہر بات کا وزن بات کرنے والے کی پہچان اور تعلق سے ہوتا ہے۔ ایک بات آپ سے ایک سپاہی کہتا ہے تو اس کی اور حیثیت ہے وہی بات کمانڈر کہتا ہے تو اس کی اور حیثیت ہے' وہی بات کسی وزیر کے منہ سے نکلتی ہے تو اس کی اور حیثیت بن جاتی ہے اور جب وہی بات صدر مملکت کے منہ سے نکلتی ہے تو اس کی حیثیت بدل جاتی ہے۔ جملہ وہی ہوتا ہے۔ سننے والے پہ اثر مختلف ہوتا ہے۔ ایک سپاہی سے سن کے ہم شاید کہہ دیں کہ چھوڑو یار بعد میں آنا فرصت نہیں ہے سن لیں گے تمہاری باتیں کہ کیا کہتے ہو۔ ایک کمانڈر کی بات شاید سننی پڑ جائے۔ لیکن جب وزیر یا صدر کہے گا تو پھر شاید صرف سننے پہ اکتفا نہ ہو فوراً" ماننی بھی پڑ جائے۔ بات وہی ہو گی لیکن متکلم کی جو شان ہوتی ہے وہ اس تکلم میں یا بات میں اپنی حیثیت منوا لیتی ہے۔ اب بات اللہ جل شانہ کی ہو تو کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ہم بچپن میں ہوش سنبھالنے سے پہلے سکول چلے جاتے

ہیں اور مرنے تک کورسز اٹینڈ کرتے رہتے' سیکھتے رہتے اور پڑھتے رہتے ہیں اور مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ اس سارے طویل مطالعے میں ہم کبھی یہ فکر ہی نہ کریں کہ اللہ کریم نے ہم سے کیا بات کی ہے؟ اسے بھی سمجھنے کی کوشش تو کریں۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ہم دنیا بھر کے ناول دیکھ لیتے ہیں' روزانہ کے اخبار دیکھتے ہیں' دنیا بھر کی فلمیں دیکھ ڈالتے ہیں' دنیا بھر کے مختلف موضوعات پہ ہم پڑھتے ہیں' جن موضوعات سے ہمارا تعلق نہیں ہے ہم انہیں بھی پڑھتے رہتے ہیں کوئی کتاب مل جائے' کوئی رسالہ مل جائے' کوئی چیز سامنے آ جائے تو پڑھنے بیٹھ جاتے ہیں۔ کتنے ناول روزانہ چھپتے اور بکتے ہیں۔ ہم اندازہ نہیں کر سکتے کہ کتنے اربوں روپے ہر مہینہ مختلف ڈائجسٹس اور ناولوں پہ صرف ہوتا ہے اور لوگوں کے دن رات کے کتنے گھنٹے اسے پڑھنے پہ صرف ہوتے ہیں حالانکہ یہ بھی پتہ ہوتا ہے کہ یہ حقیقت نہیں ہے۔ محض افسانہ یا ناول ہے۔ یہ بھی پتہ ہوتا ہے کہ جو کچھ میں پڑھ رہا ہوں یہ کوئی واقعہ نہیں ہوا محض مفروضہ ہے۔ کسی نے صرف اس انداز سے حالات کو بیان کرنے کی کوشش کی کہ دنیا میں ایسا بھی ہوتا ہے مگر ہم پڑھتے ہیں۔ اسی طرح کیا کسی فلم دیکھنے والے کو یہ پتہ نہیں کہ یہ فلم ساری بنائی ہوئی ایک کہانی ہے اس میں کوئی حقیقت نہیں؟ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ آپ سینما گھر کے ٹکٹوں کا حساب کریں تو کتنے اربوں روپیہ روزانہ کا خرچ بن جاتا ہے۔ کتنی فیسیں ہم سکولوں میں دیتے ہیں' کالجز میں دیتے ہیں۔ کتنا سفر کر کے جاتے ہیں' بچوں کو دور دور تک پڑھنے کے لئے بچوں کو بھیجتے ہیں۔ یہاں میں یہ نہیں کہہ رہا کہ یہ اچھی بات نہیں ہے' اچھی بات ہے۔ لیکن یہ اچھی بات نہیں ہے کہ سب کچھ پڑھا جائے لیکن نہ پڑھا جائے تو اللہ کا دین۔ اتنی محنت کرنے والے لوگ اگر ساری زندگی قرآن کا ترجمہ نہیں پڑھتے' نماز کا ترجمہ نہیں سیکھتے' دین کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تو ہے کوئی جواز ہمارے پاس اس غفلت کا؟ اور جب ہم دین کو نہیں سیکھتے تو عظمت الٰہی کو کیسے جان سکتے ہیں؟

اور جب عظمت الٰہی کو جانتے نہیں تو اللہ کی بات میں وزن کیا ہو گا؟ یہی وجہ ہے کہ ہم نے ارشادات باری کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

یعنی یہ معرفت الٰہی کی کمی ہے **ولم تحیطوا بھا علما**۔ تم نے جانا ہی نہیں۔ تمہیں اس بات کا علم ہی نہیں تھا' تم یہ پہچان ہی نہیں سکے کہ بات کون ارشاد فرما رہا ہے؟ کس ہستی کی بات ہے؟ ہماری بدبختی یہ ہے کہ ہم نے دین کا حاصل بھی دنیا ہی سمجھ رکھا ہے اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ اگر ہم عبادت کریں تو اس کا ایوارڈ بھی دنیوی مفادات میں ملنے چاہئے' دنیوی سہولتیں ملنی چاہئیں یا دنیا میں ہماری بڑی شہرت ہو' بڑی ناموری ہو' لوگ ہمیں بڑا پارسا سمجھیں' لوگ ہمیں ضرورت سے زیادہ اہمیت دیں' لوگ ہمیں وہ سہولتیں دیں جو ہمارا حق نہیں بنتیں لیکن یہ تو صحیح نہیں ہے۔ یہ تو کھرا کھرا اسلام نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے (میں بات اس کی نہیں کر رہا) کہ اللہ چاہے تو جسے مرضی معاف کر دے۔ وہ اس کی اپنی شان ہے خواہ سب کو جنت بھیج دے اور اللہ کرے کہ سارے جنت جائیں ہمیں کسی کے جنت جانے پہ اعتراض نہیں ہے بات یہ ہے کہ ہمارا رب العالمین کے ساتھ رشتہ کیا ہے؟ وہ کھرا کتنا ہے؟ اور اس میں کھوٹ کتنا ہے؟ میں نہیں سمجھتا کہ جو بندہ زندگی بھر کوشش ہی نہیں کرتا کہ سارا نہ سہی قرآن کا کچھ حصہ ہی سہی' کچھ سورتیں سہی' کچھ آیات سہی میں ان کا کچھ ترجمہ سیکھ لوں۔ کچھ احادیث مبارکہ (پانچ دس ہی سہی) کا ترجمہ مجھے آ جائے کہ میں جان سکوں کہ میرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا تھا؟ تو وہ عظمت رسالت کو بھی جان پایا ہو۔ میں نہیں سمجھتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے میری چالیس احادیث یاد کر لیں' سنا دیں' لکھ دیں' کسی تک پہنچا دیں تو اس کی نجات کے لئے یہی کافی ہے۔ جہاں یہ ارشاد فرما دیا جاتا ہے کہ نجات کے لئے کافی ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ پھر وہ جو مرضی کرتا رہے' نجات ہو جائے گی' ان احادیث کے سمجھنے سے

اس کے کردار میں اتنی مثبت تبدیلی آ جاتی ہے کہ وہ نجات پا جاتا ہے۔ ان کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بندے کی اتنی اصلاح ہو جاتی ہے کہ اس کی نجات ہو جاتی ہے تو جب زندگی بھر ہم یہ سمجھنے کی کوشش ہی نہ کریں' ہمارے دل میں' نہاں خانہ قلب میں' ہمارے ذہن' ہماری سوچوں میں عظمت الٰہی نہ آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بندہ کیونکر پہچان سکتا ہے؟ یہ لازم و ملزوم ہے۔

آپ اگر ایک بات پہ غور فرمائیں شاعری میں کتنی نعتیں پڑھی جاتی ہیں' کتابوں میں بھی لکھی گئیں ہیں اور روزانہ مساجد میں بھی بڑا شور ہوتا ہے (خاص طور پہ رمضان شریف میں ہر کوئی پڑھ رہا ہے) بے شمار نعتیں آپ نے بھی سنی ہوں گی۔ میں بھی سنتا رہتا ہوں کیا کوئی ایسی نعت بھی ہے جس میں محض عظمت کا اعتراف ہو اور دنیا نہ مانگی گئی ہو۔ کوئی کیا کوئی ایک نعت بھی ایسی ہے جو نمونے کے طور پر پیش کی جا سکتی ہو کہ جس میں کچھ دینے کی بات ہو کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری صحت ہے' جوان ہوں' میری جان قبول فرمالیجئے۔ یا میرے پاس مال ہے میرا مال دین کی راہ میں' اللہ قبول فرمائے۔ کوئی دینے والی نعت بھی ہے۔ کہیں میری نظر سے نہیں گزری۔ جو بھی گایا بجایا جا رہا ہو گا وہ محض یہ ہو گا کہ میری مصیبتیں دور ہو جائیں۔ میرے بھائی آخر تمہاری کیا مصیبت ہے؟ جو کلمہ نہیں پڑھتے وہ بھی اس دنیا میں زندہ رہ رہے ہیں۔ وہ بھی اس دنیا کے حالات کو فیس کر رہے ہیں۔ وہ بھی اس کی گرمی سردی جھیل رہے ہیں۔ تم نے کلمہ پڑھ ہی لیا تو کون سا تیر مارا؟ کہ تم بھی اپنی وہ ساری بیماریاں' مصیبتیں لے کر ہی وہاں کھڑے ہو۔ اگر کلمہ ہی پڑھ لیا ہے تو اس کی عظمت کو پہچانو' اس کے در کی عظمت کو پہچانو اور اس در پہ کچھ قربان کرنے کی بات کرو۔ یار خدا محتاج نہیں ہے اور نہ خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ نہ ہماری قربانی کی اسے احتیاج ہے' نہ ہماری حمد و نعت کی اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احتیاج ہے' نہ ہماری نمازوں کی احتیاج ہے۔ محتاج ہم ہیں۔ اگر ہمارے وقت کا کوئی لمحہ' ہمارے نکلے ہوئے الفاظ کا کوئی لفظ' ہمارے مال کی کوئی پائی اس بارگاہ میں قبول ہو جائے تو یہ ہمارے لئے باعث فخر ہے۔ آج بات ہوتی ہے اسلامی انقلاب کی۔ کون لائے اسلامی انقلاب؟

انقلاب اسلامی ہو یا غیر اسلامی۔ انقلاب بپا کرنے والے ہمیشہ ایثار کیا کرتے ہیں۔ آپ کس غیر اسلامی انقلاب کو دیکھ لیں کافرانہ انقلاب کو دیکھ لیں' سوشلسٹوں کے انقلاب کا مطالعہ کر لیجئے اگر ان لوگوں نے کفر بھی پھیلانا چاہا تو رات دن کا آرام غارت کیا' اپنی دولت غارت کی' اپنی جانیں ضائع کیں۔ کافرانہ نظام بھی تب جا کر بپا کر سکے۔ ہٹلر نے ایک دنیا میں آگ لگا دی لیکن ہٹلر نے اپنی پوری زندگی داؤ پہ لگائی۔ میں اس کا سوانحی خاکہ پڑھ رہا تھا۔ اس کی ایک سیکرٹری تھی۔ ایرا براؤن نام تھا اس کا۔ اس سے وہ بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ جس دن اسے بتایا گیا کہ برلن پر اتحادیوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ اور اتحادی فوجیں تمہارے مورچے سے ایک ہزار گز کے فاصلے پہ ہیں اور اب وہ پندرہ بیس منٹ میں یہاں پہنچنے والی ہیں۔ تو اس وقت وہ ایوا براؤن سے کہتا ہے کہ اب کرنے کو کچھ نہیں رہا۔ میں فارغ ہوں تو کیا ہم شادی نہ کر لیں! یعنی ایک کافر' بے دین اپنا کافرانہ منصوبہ (جو اس کے ذہن میں ہے) دنیا پر مسلط کرنے کے لئے اتنی محنت کرتا ہے کہ اسے شادی کرنے کی فرصت نہیں ہے۔ تو جب آپ بات اسلامی انقلاب کی کرتے ہیں تو یہاں تو پھر وہ لوگ جن کے پاس سوائے انقلاب کے کوئی اور مشغلہ ہو ہی نہیں۔ وہ لوگ کیسے انقلاب لائیں گے۔ جو نعت پڑھیں تو بھی اپنے لئے کچھ مانگ ہی رہے ہوں۔ جو حمد پڑھیں یا جو نماز پڑھیں تو بھی ان کی غرض یہ ہو کہ میں نے پانچ نمازیں پڑھی ہیں۔ اب مجھے بخار نہیں ہونا چاہئے۔ میں نے اتنی نمازیں پڑھی ہیں میرا بیٹا ملازم ہو جائے گا۔ اس کا اپنا ایک کاروبار چل رہا ہو۔ تو ان سے کسی اسلامی انقلاب کی توقع رکھنا خود فریبی ہے۔ اللہ کرے اسلامی انقلاب آئے

اور یہ انشاء اللہ آئے گا بھی لیکن میری یہ بات یاد رکھئے گا انقلاب لانے والے وہ بے غرض اور بے لوث لوگ ہوں گے جن کا منشاء صرف یہ ہو گا کہ اللہ ہم سے کچھ قبول فرما لے۔ وہ لوگ جو دنیا مانگتے ہیں' دین کو بھی جنہوں نے دنیا کا ذریعہ بنا لیا ہے' انہیں خدا اتنی عظمت عطا نہیں کرتا کہ اسلامی انقلاب بپا کر سکیں۔ اسلامی انقلاب بپا کرنے والے لوگ وہ تھے کہ جن کی مائیں بیدار ہوتیں تو دعا کرتیں کہ اللہ میری اولاد میں سے بھی کسی کو شہادت عطا کر۔ میرا بھی کوئی بیٹا قبول فرما۔ وہ بہنیں جنہیں بھائیوں پہ یہ فخر ہوتا تھا کہ میرا بھائی شہید ہو گا۔ وہ باپ جو بیٹوں کی پرورش اس طرح کرتے تھے کہ اللہ کی راہ میں کام آئیں۔

حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ضعیف العمر صحابیہ تھیں۔ سر کے سارے بال سفید تھے۔ قادسیہ میں اپنے چار بیٹے لے کر عہد فاروقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضر ہوئیں۔ خود خیمے میں موجود تھیں جب پتہ چلا چاروں بیٹے شہید ہو گئے تو خیمے سے نکل کر آسمان کو دیکھ کر دعا کی کہ بار الہا! تو کتنا کریم ہے کہ میرے لڑکے بھی قبول کر لئے اور مجھے اس قابل بنا دیا کہ قیامت کے دن میں شہداء کی ماؤں کی صف میں کھڑی ہو سکوں گی۔ کتنا احسان ہے تیرا۔ اسلام تو یہ ہے۔ یہ جذبہ انہوں نے کہاں سے لیا؟ یہ تو وہی لوگ تھے جو عرب میں لوٹتے تھے۔ ایک ایک لقمے کے لئے گردنیں کاٹتے تھے۔ ڈاکے ڈالتے تھے' چور تھے' جواری تھے' شرابی تھے۔ تو پھر یہ کیا ہو گیا انہیں؟ انہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے علم عطا ہو گیا۔ عظمت الٰہی کا علم۔ عظمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی عظمت ان کی نگاہوں کے سامنے تھی کہ یہ ہستی کیا ہے؟ یہ در کیسا ہے؟ اور یہاں سوداگری نہیں چلتی۔ یہاں قربانی چلتی ہے۔ وہ ایسا کریم ہے کہ سوداگری میں تو اگر ارب پتی اربوں روپے اس کے نام پہ خیرات کرے۔ تو وہ اتنا اجر نہیں دیتا جتنا کسی مفلس کو اس کی رضا کے لئے ایک پائی خرچ کرنے پہ دے دیتا ہے۔ اسے وہ پائی عزیز ہے جو اس فاقہ کش نے اپنے فاقے میں سے کاٹ کر اس کی راہ میں خرچ کر دی۔ بہ نسبت اس کروڑ پتی کے جو اربوں لگا کر اپنی شہرت چاہتا ہے یا اپنی ناموری کے لئے خیرات کر رہا ہے۔ اسے پرواہ نہیں ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

تو بنیادی بات ہے علم۔ یہی بات وہاں میدان حشر میں اللہ فرمائے گا۔ **ولم تحیطوا بھا علما**۔ ارے نادانو! تم نے سمجھا ہی نہیں' تمہیں خبر ہی نہ ہو سکی' تم جان ہی نہ سکے۔ **اما ذا کنتم تعلمون**۔ تمہیں اتنی عمر دی گئی کرتے کیا رہے ہو؟ تمہاری زندگی کا مصرف کیا تھا؟ اگر تم کہو کہ روزی کمانا ہے' بچے پالنا ہے' گھر بنانا اور اس میں زندگی کٹ گئی۔ تو یہ تو ایک جانور بھی کرتا ہے۔ انسان میں اور جانوروں میں فرق کیا ہے؟ ایک چڑیا اپنے بچے پالتی ہے اور اپنے ننھے ننھے بچوں کے لئے ایک بڑے سانپ کے ساتھ لڑ جاتی ہے۔ بڑے بڑے درندوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے جانور اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے لڑ رہے ہوتے ہیں۔ زندگی میں ہر جانور اپنے بچے پالتا ہے' گھر بناتا ہے' ان کے کھانے پینے کا اہتمام کرتا ہے۔ اگر انسانی زندگی بھی اس طرح سے صرف ہو گئی تو کیا فرق کیا ہے۔ انسان اور حیوان میں؟ تمہیں تو انسانی عظمت دی تھی' تمہیں وہ شعور دیا تھا کہ تم میری عظمت کو پہچان سکو۔ تمہیں وہ استعداد دی تھی کہ تم میری معرفت حاصل کر سکو۔ اور تم نے اگر نہیں کیا تو وہی کام جو تمہارے کرنے کا تھا۔ یہ جن کاموں میں ہم عمر کھپا رہے ہیں یہ پہلے سے طے شدہ ہیں۔ ایک آدمی خواہ اربوں روپے بھی جمع کر لے پھر بھی اس کے منہ میں وہی غذا جائے گی جو مقدر ہے۔ کہ اس کے بدن کا حصہ بنے۔ وہ اربوں پتہ نہیں کس لئے جمع کر رہا ہے؟ کون کھائے گا؟ جبکہ Decided ہے' طے شدہ ہے کہ کون کس مٹی اس کے وجود کا حصہ بنے گی۔ اب وہ مٹی پھل بنے' غلہ بنے' سالن بنے' جانور کا گوشت بنے یا دودھ بنے کسی نہ کسی ذریعے مٹی کے وہ سیل' وہ ایٹم' وہ ذرات اس بدن تک پہنچیں گے جو

اس کا حصہ ہے اور جب وہ دودھ مکمل ہو جائے گا۔ انسان اپنے حصے لے چکا ہو گا۔ تو مزید نہیں لے سکتا۔ چلا جائے گا دنیا سے۔ آج تک جتنی دنیا گزری ہے اگر ایک ایک ذرہ بھی کوئی فالتو کھاتا تو آج لوگ زمین ہی کھا گئے ہوتے اور اگر اپنے حصے میں سے ایک ایک ذرہ' ایک ایک دانہ چھوڑ کر مرتا تو زمین پر دانوں کے انبار لگے ہوئے ہوتے۔ یہاں کچھ بھی فالتو نہیں ہے۔ ہر چیز ناپ تول کر مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے اس کا رزق تقسیم کر دیا گیا۔ محنت ہم کیوں کرتے ہیں؟ صرف اس لئے اسباب کو اختیار کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا۔ وسائل اختیار کرنا رزق حلال کرنے کا سبب ہے اور رزق حلال حاصل کرنا فرض ہے۔ جس طرح نماز فرض ہے اسی طرح سے کاروبار دنیا بھی معرفت الٰہی کا سبب بن جاتا ہے۔ دین کا حصہ بن جاتا ہے' عبادت بن جاتا ہے۔ لیکن ہم یہ سمجھ لیں کہ اب جو میں کرتا ہوں اس پہ سب کا مدار ہے' میری ہمت ہے جو میں کر رہا ہوں تو پھر قارون نے اور کیا کہا تھا؟ قارون نے بھی تو یہی کہا تھا۔

**اوتیتہ علی علم عندی**۔ یہ تو میرا کمال ہے بھائی! کہ مجھے دولت ملی۔ میں کیوں اس میں سے زکوۃ دوں' یا کیوں اللہ کی راہ میں خرچ کروں؟ یہ تو مجھے کسی نے مفت نہیں دی۔ **علی علم عندی**۔ میرے پاس یہ کمال تھا کہ میں نے اتنی دولت جمع کر لی۔ اسے یہ سمجھ نہیں آئی کہ لینا دینا ایک اور نظام ہے۔ یہ تو اس کی امانت ہے۔

**اما الانسان اذا ما ابتلٰہ ربہ فاکرمہ ونعمہ**۔ کسی کو اس آزمائش میں ڈال دیتا ہے تو اس پہ نعمتیں عام کر دیتا ہے' اس کا اکرام بڑھا دیتا ہے' عہدے دے دیتا ہے' درجے دے دیتا ہے' حکومت دے دیتا ہے' دولت اور وسائل دے دیتا ہے۔

**واما اذا ما ابتلٰہ فقدر علیہ رزقہ**۔ کسی کو اس آزمائش میں ڈال دیتا ہے اس پہ نعمتیں کم کر دیتا ہے' اسے کم علم حاصل ہوتا ہے' کم عہدہ ملتا ہے' افلاس آ جاتا ہے' بھوک آ جاتی ہے۔ دیکھتا یہ ہے کہ وہ زیادہ کھا کر میرے ساتھ کیسے برتاؤ رکھتا ہے؟ یہ بھوکا رہ کر میرے ساتھ کیسے تعلق بناتا ہے؟ بات آخر وہیں پہ آ جاتی ہے۔ تو کاروبار دنیا ضرور کیا جائے اور مومن کو حق ہے کہ دنیوی علوم بھی کافر سے زیادہ حاصل کرے اور مومن کر سکتا ہے۔ مومن میں استعداد زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن تمام علوم کی بنیاد معرفت الٰہی اور دینی علوم ہونے چاہئیں۔ خود کو مسلمان بنانے کے بعد تاجر بنائے' مسلمان بنانے کے بعد ڈاکٹر بنائے۔ خود کو مسلمان کاروباری بنائے۔ اگر اسلام ہی کو چھوڑ دیا تو پھر جانا ہی کیا؟ اور یہ معرفت الٰہی کی کمی کی وجہ سے چھوٹتا ہے۔ فرمایا۔

**ولم تحیطوا بھا علما**۔ تم نے اس موضوع پہ کوئی علم ہی حاصل نہیں کیا' سمجھا ہی نہیں کہ علم کیا ہوتا ہے؟

لکھنا جاننے کو محفوظ کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ پڑھنا اس محفوظ شدہ بات کو دوبارہ سمجھنے کا ذریعہ ہے لیکن علم جاننے کا نام ہے' لکھنے پڑھنے کا نہیں۔ اگر لکھنے پڑھنے کا نام علم ہوتا تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین میں زیادہ تعداد جو کاتبان وحی کی ملتی ہے انیس ہے۔ سات بنیادی طور پر کاتبان وحی الٰہی تھے اور بارہ حضرات وہ ہیں۔ جنہیں کبھی کبھار یہ سعادت ملی۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت صحابہ کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تھی۔ ڈیڑھ لاکھ میں انیس آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ آج دنیا کے کسی موضوع پہ کوئی بڑے سے بڑا عالم' مفکر بات کرے تو کیا وہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی بات سے آگے بڑھ سکتا ہے؟ حالانکہ وہ تو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ آخر کوئی محدث' کوئی مفسر' کوئی فقیہہ' کوئی سائنس دان' کوئی سیاست دان کسی موضوع پہ ان کے ارشادات سے بڑھ کر رہنمائی کیوں نہیں کر سکتا ہے؟ جب کسی صحابی کا نام نامی آتا ہے تو بڑے بڑے علماء کی زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ان کے پاس علم تھا کسی کو لکھنا آتا تھا یا نہیں' پڑھنا آتا تھا یا نہیں لیکن علم تھا۔ وہ جانتے تھے۔ علم کے سمندر تھے وہ۔

صرف ان کا دل ہی اللہ کو نہیں جانتا تھا' صرف ان کی زبان ہی اللہ کو نہیں جانتی تھی بلکہ ان کے وجود کا ایک ایک ذرہ رب کو جانتا بھی تھا' مانتا بھی تھا' پکارتا بھی تھا' اس کا نام بھی لیتا تھا' بات بھی کرتا تھا۔ **ثم تلین جلودھم وقلوبھم علی ذکر اللہ۔** کھال سے لے کر دل کے نہاں خانے تک ان کے وجود کا ہر ذرہ ذاکر تھا۔ یہ تھا ان کے علم کا سبب۔ یہ رشتہ تھا ان کا ذات باری کے ساتھ۔ یہ رشتہ تھا ان کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اور یہ وہ رشتہ' وہ لنک (Link)' یہ وہ تعلق تھا' یہ وہ لائن تھی جس لائن سے انہیں علم کے دریا نصیب ہوتے تھے۔ سارا علم ذات باری سے قلب اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجزن ہوتا تھا اور قلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے قلوب بہرہ ور ہوتے تھے اور دریا بہتے تھے علم کے سینہ اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ کرام کے دلوں تک۔ آج دنیا میں جہاں کہیں کوئی ذرہ علم کا نظر آتا ہے یہ انہیں چشموں سے سیراب ہونے والے لوگ ہیں۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ایک شعبے کا بندہ دوسرے شعبے کو جاننے کی کوشش کرتا ہے' دوسرے شعبے کا بندہ ہے' تیسرے شعبے میں سوجھ بوجھ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور سب نے اگر منہ پھیر ہی لیا ہے تو صرف دین سے' ذکر الٰہی سے' اللہ کی یاد سے اور آخرت میں سوال بھی یہی ہو گا مزے کی بات یہ ہے کہ پوچھا بھی یہی جائے گا۔ فرمایا

کہ ہر بندے کو میں اس کے گروہ کے ساتھ جمع کروں گا۔ **نحشروا من کل امتہ فوجا۔** ہر امت میں سے بڑی بڑی فوج' بڑا بڑا انبوہ نکلے گا جنھوں نے میری باتوں کی پرواہ نہ کی۔ پھر ان کے گروہ بنا دیئے جائیں گے کہ کون کتنا انکار کرتا تھا یا کون کتنا ہلکا سمجھتا تھا یا کون کتنی اطاعت نہیں کرتا تھا' ہر ایک کی درجہ بندی کر دی جائے گی۔ پھر بارگاہ الوہیت میں ان کو درجہ بدرجہ پیش کیا جائے گا۔ تو فرمایا' باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں خود پوچھوں گا۔

**اکذبتم بایتی۔** تم نے اور میری آیات کا انکار کیا ! یعنی ہے کوئی کرنے کی بات ۔۔ کہ تم حقیر بندے اور میں تمہارا خالق' میں تمہارا پروردگار' میں تمہارا ساری نعمتیں دینے والا' ہمیشہ تمہیں ہر نعمت دینے والا اور تم نے میری باتوں کا انکار کیا ہے ! پھر فرمایا میں وجہ بیان کروں گا۔ تمہاری یہ جرات نہیں تھی۔ تم نے اس لئے کیا **ولم تحیطوا بھا علما۔** تم نے اسے جاننے کی کوشش ہی نہیں کی۔ تم نے بات ہی نہیں سمجھی۔ اگر تم یہ سمجھ لیتے کہ تم خود کیا ہو اور میری شان کیا ہے؟ تو کبھی ممکن نہیں تھا کہ تم انکار کرتے؟

**افا کنتم تعملون۔** ارے نادانو ! اتنی عمر گزاری۔ تم کرتے کیا رہے؟ یہی تو کرنے کا کام تھا جو تم نے کیا ہی نہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔

**ووقع القول علیھم بما ظلموا۔** انہوں نے بہت بڑا ظلم کیا اور نتیجہ تو انہیں بھگتنا پڑے گا۔ اس وقت (قیامت کو) تو وہ فرصت نہیں ہے کہ دوبارہ معرفت الٰہی حاصل کریں۔ فرصت تو ختم ہو گئی۔ **وقع القول۔** اب تو فیصلے کی گھڑی ہے۔ اب تو فیصلہ ان پر مسلط ہو گا۔ **بما ظلموا۔** انہوں نے اپنے آپ کے ساتھ ظلم کیا۔ اس ظلم کی پاداش میں سزا بھگتیں گے اور فرمایا **فھم لا ینطقون۔** ان کے پاس کہنے کو کچھ نہیں ہو گا۔ کوئی جواب' کوئی دلیل' کوئی جواز حتیٰ کہ اس قابل ہی نہ رہیں گے کہ معافی ہی مانگ سکیں۔ **فھم لا ینطقون۔** بولنے کی گنجائش ہی نہیں ہو گی بول ہی نہیں سکیں گے۔

میرے بھائی ! آج ہمارے پاس فرصت ہے۔ اللہ نے ہمیں عقل و شعور دیا ہے۔ فرصت دی ہے۔ صحت دی ہے۔ آج اس بات کو ہم سمجھ سکتے ہیں۔ آج اول تو ہم دین کی طرف آتے ہی نہیں۔ آتے ہیں تو پھر اگلا جھگڑا کھڑا ہو جاتا ہے یہ دیوبندی ہے' یہ بریلوی ہے' یہ فلاں اور یہ فلاں۔ اس کو گولی مار دو' اس کا کان کاٹ دو۔ یہ دین نہیں ہے۔ نہ یہ لڑائی بھڑائی اسلام ہے۔ نہ کسی کا گھر جلانا اسلام ہے' نہ کسی کو گولی مارنا اسلام ہے۔ اسلام نام ہے اپنا ذاتی تعلق

رب العالمین کے ساتھ استوار کرنے کا اور جب کسی کا اللہ سے تعلق ہوتا ہے تو وہ اللہ کی مخلوق کے لئے باعث رحمت بن جاتا ہے۔ دوسروں کی ایذا کا سبب نہیں بنتا۔ یہ سارے تماشے جو ہیں یہ محض دنیا داری کے بکھیڑے ہیں۔ اپنے گروہ بنانے کے لئے' اپنے چندے جمع کرنے کے لئے' اپنے پیسے اکٹھے کرنے کے لئے لوگ لوگوں کو لڑا رہے ہیں۔ لڑنے والوں کو بھی تو سوچنا چاہئے کہ اس طرح سے دین کی کون سی خدمت ہو رہی ہے۔ کس کے پاس ضمانت ہے۔ کہ وہ کل کا سورج دیکھے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ موت بھی قیامت صغریٰ ہے۔ چھوٹی قیامت ہے۔ جس کی موت آ گئی اس کی قیامت تو آ گئی۔ اس لئے کہ اس کے پاس کام کرنے کی فرصت تو ختم ہو گئی اور جو کچھ ہے وہی قیامت تک بھگتے گا۔ اور قیامت کو بھی۔ تو موت سے پہلے بندے کو یہ سمجھنا چاہئے کہ میری حیثیت کیا ہے؟ میرے مالک کی عظمت کیا ہے؟ اور میری حیثیت ہی کیا ہے اور میری طرف اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی عظیم الشان ہستی کو مبعوث فرمایا۔ اب قرآن جیسی کتاب ہو' محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی ہستی لا کر دینے والی ہو اور ہمیں زندگی بھر فرصت ہی نہ ہو کہ سمجھیں تو سہی اس میں لکھا ہوا کیا ہے؟ یار کتنی زیادتی کی بات ہے! تو اعمال میں اصلاح کیسے ہو گی؟ نماز میں خشوع و خضوع کیسے آئے گا؟ دل میں اللہ کی عظمت کیسے آئے گی؟ تو اس طرح سے دین نہیں رہتا' محض رسم رہ جاتی ہے۔

تو میرے بھائی! اللہ کا احسان ہے۔ ہمارے پاس فرصت ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ خود اپنے ٹائم ٹیبل (Time Table) پہ نظر ثانی فرمایئے۔ اور اپنے چوبیس گھنٹوں میں چوبیس منٹ ہی سہی لیکن روزانہ کے چوبیس گھنٹوں میں کم از کم چوبیس منٹ محض دین کے لئے رکھو۔ اللہ کا ذکر کرو' اللہ کی کتاب کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اگر سارے دن میں قرآن کے محض ایک حرف کا ترجمہ یاد کر سکو تو پھر بھی اپنے دن کو خالی نہ جانے دو۔ لفظ ہی سیکھ لو۔ ایک سطر' ایک آیت پڑھ کر اس کا ترجمہ دیکھو اور اس پہ غور کرو کہ یہ آیت مجھ سے کیا کہتی ہے؟ قرآن ہر بندے سے بات کرتا ہے کہ تم ایسا کرو' تم ایسا نہ کرو۔ فلاں نے ایسا کیا اس کا یہ نقصان ہوا' فلاں نے ایسا کیا اس کو یہ فائدہ ہوا۔ تم بھی ایسا کرو' ایسا نہ کرو۔ یار! کبھی خود اس سے پوچھو کہ مجھے کیا کرنا ہے؟ تو معاملہ سمجھ میں آ جائے گا۔ ہم قرآن پڑھیں بھی تو یہ پڑھتے ہیں کہ قرآن فلاں سے یہ کہہ رہا ہے' فلاں قوم کے حق میں یہ لکھا ہے' ایسا مت سوچو۔ اللہ نصیب کرے جب بھی تلاوت کرو تو یہ سوچو کہ یہ بات میرے ساتھ کر رہا ہے۔ مجھے کیا کہہ رہا ہے؟ پھر قرآن کی سمجھ آتی ہے۔ جب قرآن حکیم اس نظر سے پڑھا جائے کہ مجھے کیا کہہ رہا ہے پھر سمجھ آتی ہے کہ میرے ساتھ بات کر رہا ہے۔ اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ ہماری سستی اور کوتاہی کو نظر انداز فرما کر ہمیں دین کا شعور' اپنی معرفت' اپنی عظمت' اپنی یاد' اپنا ذکر اور اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق' غلامی اور اتباع نصیب فرمائے۔

> اگر اخذِ فیض کی خواہش ہے تو پہلے اپنی سوچ کا رُخ درست کرو۔ پھر اپنے اندر ایثار کا جذبہ پیدا کرو۔
> ایثار کس کا؟ خواہش نفس کا۔ اپنی رائے کو دین پر مقدم سمجھنے کا۔ اور یہ چیزیں حاصل ہوں گی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل اعتماد قلبی محبت اور اتباع سنت کی انتہائی کوشش کے ساتھ کسی اہل دل کی صحبت میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے کا سلیقہ سیکھے اور اس پہ ہمیشہ کیلئے ڈٹ جانے سے۔
> (حضرت مولانا اللہ یار خان رح)

# نصاب کائنات میں ٹیکنالوجی کلچر کی اہمیت

اکبر علی ایم۔اے

کوئی قوم کتنی بڑی تاریخ کی مالک ہو' اپنی روایات اور تہذیب پر اسے کتنا فخر ہو' کتنے اونچے ضابطہ اخلاق کا اسے دعویٰ ہو' شاعری میں کتنی ہی قادر کلام ہو' لیکن اگر وہ ٹیکنالوجی میں پسماندہ ہے تو ٹیکنالوجی میں ترقی یافتہ تہذیب کے ایک جھٹکے کا سامنا نہیں کر سکتی۔ ٹیکنالوجی میں ترقی یافتہ تہذیب اسے اپنی مرضی کے تابع فرمان کر کے اسے اپنی خود مختاری تیاگنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ ٹیکنالوجی کتنی بڑی طاقت ہے' اس کا اندازہ برطانیہ کی تاریخ سے لگایا جا سکتا ہے کہ صنعتی انقلاب میں پہل قدمی سے دنیا کی ایک خوردبینی اقلیتی قوم نے دنیا میں اتنی بڑی سلطنت پیدا کی' جس پر سورج کبھی غروب نہیں ہوتا تھا' پھر ٹیکنالوجی میں مسابقت سے سرشار امریکہ نے برطانوی سلطنت کا چارج سنبھالا تو اس کے پیچھے اس کی ٹیکنالوجی کی قوت تھی جو اسے جسم سے باہر دھکیل رہی تھی' پھر روس اور چین نے ٹیکنالوجی میں امریکہ کا چیلنج قبول کیا' مگر بات سرے نہ چڑھ سکی۔ روس سرد جنگ میں بکھر گیا اور چین امریکہ ٹیکنالوجی کے عوض روس کے خلاف ہو گیا۔ ٹیکنالوجی قوت کی تخلیق میں کیا رول ادا کرتی ہے' اس کا اندازہ مشین پاور' نیوکلیئر پاور' الیکٹرانک پاور' جینٹیک پاور اور برین پاور سے لگایا جا سکتا ہے' جن کے ذریعے زمین و آسمان نے اپنے سارے راز ان قوموں پر رکھ دیئے ہیں جو ٹیکنالوجی پر تقویٰ کرتی ہیں۔

تخلیق کائنات اور نظام کائنات' زندگی اور موت عرصہ دراز سے انسان کے لئے ماورائی راز رہے ہیں۔ انسان کہاں آیا ہے اور اس کی منزل کیا ہے' نیکی کیا ہے' بدی کیوں انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتی' ستارے کسی مخلوق کی بستیاں ہیں یا یہ خود طاقتور دیوتا ہیں جو ارضی زندگی کے مقدر تحریر کرتے ہیں۔ یہ سب علم مابعدالطبیعات کے موضوعات تھے لیکن آج ٹیکنالوجی کی طاقت نے میٹا فزکس یعنی مابعدالطبیعات کے یہ سارے موضوعات چھانٹ پھٹک کے لئے اپنے قبضے میں کر لئے ہیں۔ اب فزکس نے میٹا فزکس کے سارے اثاثوں پر قبضہ کر کے اس کے پاس سے شعبہ علم کی سند بھی چھین لی ہے۔ میٹا فزکس اب کسی یونیورسٹی میں علم کا شعبہ نہیں رہا' وہ موضوعات پر کسی زمانے میں فلسفے کو اجارہ داری حاصل تھی' وہ موضوعات اب بھی سائنس نے اپنے قبضے میں لے کر فلسفے کو شعبہ ہائے علم میں عضو معطل بنا دیا ہے۔ اب فلسفہ بھی بطور شعبہ علم زندگی کے آخری سانس لے رہا ہے۔ فلسفے کے اثاثوں کو بھی فزکس' کیمسٹری' بیالوجی اور سماجی سائنسوں نے آپس میں تقسیم کر کے اسے بلا ضرورت قرار دے دیا ہے۔

صنعتی انقلاب نے تبدیلی کے عمل میں اتنی تیزی پیدا کر دی ہے کہ پرانے زمانے میں جو معلومات سسک سسک کر سفر کرتی تھیں وہ اب برقی لہروں پر سوار ثانئے سے بھی

کم مدت میں دنیا کے ہر فرد کے پاس پہنچ جاتی ہیں۔ یہ دور معلومات میں دھماکوں کا دور ہے۔ آج انسان کے پاس اتنی حساس ٹیکنالوجی آگئی ہے کہ ایک طرف زندگی اور ذہانت کی صنعت اب الیکٹرانک اور بیالوجیکل کمپیوٹروں کے روپ میں آسمانوں کے لئے خوش خبری بنتی جا رہی ہے اور دوسری طرف کھرب ہا میل دور کہکشاؤں میں ہونے والے واقعات کی برقی لہروں پر سوار لحظہ بہ لحظہ خبروں کے ہجوم سے نمٹنے کے لئے قدرتی ذہانت کمپیوٹروں کی مصنوعی ذہانت کی محتاج ہوتی جا رہی ہے۔ وہ آسمان جو کئی زمانوں سے ایک سربستہ راز تھا' اب خبر رسانی کے لئے یوں پھٹ پڑا ہے کہ احساس ہونے لگا ہے کہ انسان کو دنیا سے باہر پوری کائنات کی شہریت کے لئے بلاوے آ رہے ہیں' یہ سب معجزات ٹیکنالوجی کی بدولت رونما ہو رہے ہیں۔

سائنسی دنیا کی دیو قامت شخصیت میکس ویل نے کھوج لگایا کہ ریڈیائی لہریں' روشنی کے رنگوں کی لہریں' الٹرا وائلٹ شعاعیں' ایکس ریز' گیماریز اور کاسمک ریز' سب کی ساخت الیکٹرو میگنٹیک ہے' صرف فریکوئنسی یعنی طول موج کے فرق سے ان کی نوعیت اور خصوصیت میں فرق پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد عملی تجربے سے ریڈیائی لہروں کی طول موج میں مصنوعی کمی بیشی سے مذکورہ لہریں مصنوعی طور پر پیدا کی گئیں تو میکس ویل کے نظریئے کی سائنسی تصدیق ہو گئی' پھر الیکٹرو میگنٹیک لہروں کی یہ نسل ستاروں کی زبان سمجھنے میں بے حد کار آمد ثابت ہوئی۔ ان لہروں پر مصنوعی کنٹرول سے فوٹو گرافی کے مختلف فنون نے عروج پایا یعنی ریڈیائی فوٹو گرافی' انفراریڈ یعنی حرارتی لہروں کی فوٹو گرافی' گیماریز اور کاسمک ریز کے ذریعے فوٹو گرافی سے ستاروں کی فضا' ان کی سطح اور ان کے پیٹ کی تصویریں لینا ممکن ہو گیا۔ ستاروں کے ساتھ کمیونی کیشن کا ابتدائی ذریعہ سپیکٹرو گرافی تھا جو کسی ماخذ سے برآمد ہونے والی روشنی کو مختلف رنگوں میں بکھیر دیتی تھی' بکھرے ہوئے مختلف رنگوں کی نوعیت سے اندازہ لگایا جاتا تھا کہ ستارے کے اندر روشنی بکھیرنے والے عناصر کون کون سے ہیں۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران راڈار کے ذریعے فوٹو گرافی کے فن نے عروج پایا اور آج راڈار کے زریعے فوٹو گرافی کے فن نے عروج پایا اور آج راڈار کے ذریعے سیاروں پر لہریں پھینک کر ان کے انعکاس کے ذریعے ان کی فضاؤں' ان سطحوں اور ان کے پیٹ کی فوٹو لی جا سکتی ہے۔ اس کے بعد ریڈیائی دور بین ایجاد ہوئی جو کھرب ہا میل دور ستاروں سے آنے والی روشنیوں کا تجزیہ کر کے ان کی تصویریں بنا لیتی ہے' اس کے بعد فوٹو میٹر' فوٹو مائیکرو گراف' روشنیوں کے موازنے سے ستاروں کے مادی اور کیمیاوی عواقب کی خبریں دے رہے ہیں' پھر جینیٹک انجینئرنگ اور آج ٹشو انجینئرنگ کے فنون سے یہ عمل بھی ممکن ہو گیا ہے کہ سیاروں اور ان کی فضاؤں میں بکٹیریا اور دیگر خوردبینی حیات کو مطلوبہ سانچوں میں ڈھالا جا سکے' پھر خلاؤں میں سفر کرنے والی مشینیں ہیں جو موقع پر جا کر حالات کا جائزہ لیتی ہیں' پھر ذہین کمپیوٹر ہیں جو بڑی چابک دستی سے نہ صرف خلائی مشینوں کو کنٹرول کرتے ہیں بلکہ سیاروں اور ان کی فضاؤں میں دستیاب مواد کا بڑی صحت کے ساتھ تجزیہ کر کے رپورٹ اپنے مرکز کو پہنچاتے ہیں۔ اس ساری ٹیکنالوجی کی بدولت آج فلکیات سب سے زیادہ محبوب سائنس بن چکی ہے' جس پر ساری دنیا کی توجہ مرکوز ہو گئی ہے۔ آج اس ٹیکنالوجی کی بدولت ہی آسمانوں پر ریڈ جائنٹ سٹارز' وائٹ ڈوارف' پلسارز' قوسارز' نیوٹران سٹارز' بلیک ہولز' ایسٹرائیڈز' میٹرائیڈز' مدار ستاروں کے علاوہ نئے جنم لینے والے اور موت کا شکار ہوتے ستاروں اور کہکشاؤں کی تاریخ اور جغرافیے کا بیش بہا علم دستیاب ہوا ہے۔ اس ٹیکنالوجی کی بدولت ہی مریخ' زہرہ اور مشتری وغیرہ سیاروں کی فضاؤں اور زمینوں کی ساخت کا صحت مند علم دستیاب ہوا ہے' اس ٹیکنالوجی نے ہی سائنس کی توجہ ان سیاروں کی فضاؤں اور زمینوں کی ساخت کا صحت مند علم دستیاب ہوا ہے' اس ٹیکنالوجی نے ہی سائنس کی توجہ ان سیاروں کو رہائش کے قابل بنانے کے لئے نئی

ٹیکنالوجی کی تلاش کی طرف مبذول کروائی ہے۔ آج نیو کلیر الیکٹرانک اور جینٹیک ٹیکنالوجی نے سائنس کو اتنا طاقتور کر دیا ہے کہ وہ سکیمیں بنا رہی ہے کہ وینس سیارے کی فضا جو زمنی فضا سے نوبے گنا بھاری ہے اور اس کی زمین پر درجہ حرارت نو سو ڈگری فارن ہائٹ ہے اس کی فضا میں اگر آ لگا یعنی روئے آب پر پیدا ہونے والے سبزہ کے بکٹیریا کو چھوڑا جائے تو وہاں کی کاربن ڈائی آکسائیڈ اور آبی بخارات کو فوٹو سنتھسز کے ذریعے شوگر اور کاربو ہائیڈریٹس میں تبدیل کر کے آکسیجن کو آزاد کر دے گا۔ خود تخلیقی کے عمل سے اس میں افزودگی کا عمل اتنا تیز ہو گا کہ فاضل سبزہ زمین پر گر کر جلنے سے زمین پر نامیاتی مرکبات میں اضافہ ہو گا جس سے زمین بکٹیریئے سے بھر جائے گی' فضا کی کثافت فوٹو سنتھسز سے بہت کم ہو جائے گی اور سیارے کی زمین کی حرارت جس کو گاڑھی فضا نے قید کر رکھا ہے' وہ حرارت خلاؤں میں خارج ہو جانے سے اس کا درجہ حرارت معتدل ہو جائے گا اور وہ سیارہ زمین کی طرح انسانوں کی آباد کاری کے لئے تیار ہو جائے گا۔ ہماری زمین کی فضا بھی کسی زمانے میں آکسیجن اور نائٹروجن کے بغیر تھی' لیکن آج ساری آکسیجن نباتات فوٹو سنتھسز کے عمل سے کاربن ڈائی آکسائیڈ اور پانی سے علیحدہ کر کے حیوانات کے لئے چھوڑ دیئے ہیں۔ نائٹروجن ساری کی ساری بکٹیریا پیدا کر رہی ہے۔ جو نباتات اور حیوانات کے نائٹروجی مرکبات کو تحلیل کرتا ہے' زمین پر بکٹیریئے کی مقدار حیوانات اور نباتات کی مجموعی مقدار سے زیادہ ہے جو زمنی فضا میں ۷۹ فیصد نائٹروجن پیدا کرنے کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ ہماری زمین پر حیاتیاتی فضا خود حیاتیات کے عمل نے پیدا کی ہوئی ہے۔ زمین کے بارے میں انسان کے گہرے حیاتیاتی وقوف نے اس کو اس قابل بنا دیا ہے کہ اس وقوف کے استعمال سے وہ باقی سیاروں کی فضاؤں کو مرضی کے مطابق ڈھال سکے' اس طرح انسان قوانین فطرت کے ادراک اور ٹیکنالوجی کی طاقت سے اس قابل ہوتا جا رہا ہے کہ وہ سیاروں کو ان کے مدار سے ہٹا کر سورج سے موزوں فاصلوں پر رکھ دے تاکہ ان کی آباد کاری میں آسانی ہو۔ پھر یہ بھی انسان کے ادراک میں ہے کہ کس طرح آوارہ شہابوں کو اکٹھا کر کے نئی زمینیں تخلیق کی جائیں یا ان کو چاند پر گرا کر اس کی جسامت میں اضافے سے اس کی کشش ثقل اتنی بڑھا لی جائے کہ وہ اپنی فضا کو قابو میں رکھ سکے۔

انسان کے عناصر ترکیبی آسمانوں پر جن بھٹیوں میں جس طرح تیار ہوئے ہیں صحت کے ساتھ ان کی خبریں بھی انسان تک پہنچ رہی ہیں۔ سائنس کا مشاہدہ ہے کہ وسل کرتی ہوئی گاڑی آپ کی طرف آ رہی ہو تو اس کی وسل کی لہر کی فریکوئنسی میں گاڑی کی رفتار شامل ہے' اس لئے آواز کی فریکوئنسی میں پریشر زیادہ اور اس کی طول موج چھوٹی ہو گی' جب گاڑی آپ سے دوسری طرف جا رہی ہے تو گاڑی کی رفتار کے حساب سے آواز کی فریکوئنسی پتلی ہو گی' اس طرح آواز کی پچ کے فرق سے پتہ چلتا ہے کہ گاڑی آ رہی ہے یا جا رہی ہے۔ یہی قانون روشنی کی لہروں پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ دور دراز کی کہکشاؤں سے آنے والی روشنی کے تجزیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کہکشائیں پھیل رہی ہیں۔ اگر کہکشائیں پھیل رہی ہیں تو ان کو پھیلانے کے لئے درکار پریشر کی قوت کہاں سے آئی ہے' جب کہ کشش ثقل دور بھاگنے کی اجازت نہیں دیتی۔ خارج کی طرف دباؤ کی اس قوت کی بنیاد پر یہ مفروضہ قائم ہوا کہ کائنات کسی زور دار دھماکے کے باعث پیدا ہوئی ہے۔ جس کو بگ بینگ تھوری کہتے ہیں۔ بگ بینگ کیوں ہوا' کیسے ہوا' کب ہوا' اس کی تحقیق کے لئے بہت سی معلومات اور ٹیکنالوجی درکار ہے' البتہ اتنا ثابت ہو چکا ہے کہ بگ بینگ کے بعد جو کائنات بکھری تو اس میں الیکٹرو میگنیٹک قوت کی مقدار' قوت ثقل کی مقدار اور نیوکلیئر قوت کی مقدار پوری کائنات میں یکساں ہے۔

ہائیڈروجن جو مادی عناصر ہیں خشت اول کا درجہ رکھتی ہے جو ایک پروٹان اور ایک الیکٹران سے اپنا ایٹم

بناتی ہے اور بعض حالتوں میں اس میں ایک یا دو نیوٹرونز بھی شامل ہو جاتے ہیں جو ہائیڈروجن کی کیمیاوی خصوصیات کو متاثر نہیں کرتے' کائنات بھر میں ہائیڈروجن کی مقدار میں تین حصے اور ہیلیم جو ہائیڈروجن کے چار **ایٹموں** کے جڑنے سے پیدا ہوتی ہے' اس کی مقدار چوتھا حصہ ہے۔ باقی عناصر کی مقدار کسی فضا میں کچھ اور کسی سیارے میں یا کسی ستارے میں کچھ ہے۔ کائنات میں موجود تمام عناصر ہائیڈروجن کے **ایٹموں** کے جڑنے سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہائیڈروجن کا جب کھرب ہامیل کا قطر کا ایک گولا بنتا ہے تو اس میں اندرونی کشش ثقل کے باعث اس کے **ایٹموں** میں تصادم ہوتا ہے۔ یہ کشش ثقل گولے کے مرکز میں سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس طرح مرکز **ایٹموں** کے تصادم سے گرم ہوتا چلا جاتا ہے' آخر درجہ حرارت کی وہ حد آ جاتی ہے جب ہائیڈروجن کے ایٹم حرارت کے باعث ایک دوسرے میں ویلڈ ہونا شروع ہو جاتے ہیں' **ایٹموں** کی ویلڈنگ سے بہت سی توانائی خارج ہوتی ہے' جس طرح ہائیڈروجن کے عظیم گولے کے اندر تھومو نیوکلیئر بھٹی چالو ہو جاتی ہے' حرارت بتدریج بڑھتی جاتی ہے اور زیادہ سے زیادہ ہائیڈروجن کے ایٹم ویلڈ ہو کر ہیلیم میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ یہ عمل جن بڑے گیس کے گولوں میں شروع ہوا' ان کو ریڈ جائنٹ سٹار کہا جاتا ہے۔ ریڈ جائنٹ کی بھٹی جوں جوں وسعت اختیار کرتی ہے' اس کی اندرونی تپش سے ایٹموں کی ویلڈنگ میں تیزی آ جاتی ہے اور اس طرح بھاری عناصر وجود میں آتے چلے جاتے ہیں۔ کھرب ہا سال کے بعد ستارہ جب سارا ہائیڈروجنی ایندھن استعمال کر چکتا ہے تو روشنی اور حرارت کی الیکٹرو میگنیٹک فورس جو قوت ثقل کے خلاف انتشاری قوت ہے' ختم ہو جانے سے قوت ثقل میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے' حتیٰ کہ ستارہ ایسے بلیک ہول میں تبدیل ہو جاتا ہے' جس کی روشنی کی لہریں بھی پڑیں تو کشش ثقل کی لاپناہ قوت انہیں منعکس ہونے کے لئے اوپر نہیں اٹھنے دیتی' چونکہ بلیک ہول میں روشنی کا انعکاس نہیں' اس لئے اس میں ہونے والے واقعات کا مشاہدہ بھی ممکن نہیں' اس کے تمام واقعات صرف ریاضی کے بالواسطہ عمل سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

اس جگہ ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ بگ بینگ کے بعد **۱۵** کھرب سال سے ستارے ہائیڈرجنی ایندھن اپنی تھرمو نیوکلیئر بھٹیوں میں استعمال کر رہے ہیں تو کیوں ہائیڈروجن کی مقدار کائنات میں ختم نہیں ہو گئی یا ستاروں سے برآمد ہونے والی الیکٹرو میگنیٹک ریڈی ایشن یا تابکاری میں صدیوں کے مسلسل اضافے سے اس کی شدت میں اضافہ کیوں نہیں ہو رہا ہے۔ اس کی اغلب وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ توانائی کی صورت میں ستاروں سے خارج ہونے والی الیکٹرومیگنٹ جب مادی ایٹموں کے نیوکلیس سے ٹکراتی ہے تو اس کے فوٹان ٹوٹ کر دوبارہ ایٹم کی ابتدائی اکائیوں یعنی الیکٹرانز اور پازیٹرانز میں تبدیل ہو کر نئی ہائیڈروجن کی تشکیل کے لئے بلڈنگ میٹریل کا کام کرتے ہیں۔ اس طرح کائنات میں جتنی ہائیڈروجن تھرمو نیوکلیئر بھٹیوں میں صرف ہوتی ہے' اتنی ہی دوسری طرف ری سائیکلنگ سے پھر پیدا ہو جاتی ہے۔ سائنس کی دنیا میں فوٹو الیکٹرک کے عمل سے ایٹموں سے الیکٹرانز بھی علیحدہ ہو کر نئے مادوں کی تشکیل کے لئے لاپناہ مواد مہیا کرتے ہیں' پھر ایٹموں کے جڑنے سے تابکاری پیدا ہونے کے علاوہ ایٹموں کے ٹوٹنے سے بھی تابکاری پیدا ہوتی ہے' جس کو فیوژن کے برعکس فژن ایکشن کہتے ہیں' مثلاً یورنیم کا ایٹم ٹوٹ کر تابکاری پیدا کرتا ہے اس طرح یہ امکان بھی موجود ہے کہ کچھ ستارے ریڈیوایکٹو ایٹموں کے انتشاری عمل کے ذریعے روشنیاں بکھیر رہے ہوں۔

کائنات کا عمل مسلسل ارتقاء میں ہے۔ کہکشائیں آپس میں ٹکرا کر نئی کہکشاؤں کو جنم دے رہی ہیں۔ سورجوں کی تھرمو نیوکلیئر بھٹیوں میں جڑنے والے بھاری ایٹم کائنات کی فضاؤں میں بکھر رہے ہیں' ان بکھرے ہوئے عناصر سے نئے سورج اور نئی زمینیں تخلیق ہو رہی ہیں' ان

بکھرے ہوئے عناصر سے نئے سورج اور نئی زمینیں تخلیق ہو رہی ہیں۔ اسی طرح سورجوں اور ان کے سیاروں میں بھی نسلی ارتقاء کا عمل جاری و ساری ہے، مثلاً" سورج ریڈ جائنٹ سٹار کے عناصر کی تیسری نسل کی مخلوق ہے۔ ستارے اور سورج بھی نسلی ارتقاء کا عمل جاری و ساری ہے، مثلاً" ہمارا سورج ریڈجائنٹ سٹار کے عناصر کی تیسری نسل کی مخلوق ہے۔ ستارے اور سورج بھی نسلی ارتقاء مثلاً" پہلی نسل، دوسری نسل یا تیسری نسل کے عمل سے گزرتے ہیں۔ ستارے اور سورج بھی نسلی وراثت میں بہت کچھ حاصل کرتے ہیں۔ انسان کے عناصر مثلاً" ہائیڈروجن، نائٹروجن، کاربن اور آکسیجن پہلے ریڈجائنٹ سٹار کی ہائیڈروجنی بھٹی میں تیار ہوئے، ہماری زمین کے عناصر بھی وہیں تیار ہوئے، ہمارے شمسی نظام کے عناصر بھی وہیں تیار ہوئے، ہماری کہکشاں اڑھائی کھرب کے قریب شمسی نظاموں پر مشتمل ہے۔ یہ سب نظام بھی اسی عمل سے پیدا ہوئے ہیں۔ ریڈسٹار تھرمو نیوکلیئر بھٹیوں سے پہلے بگ بینگ سے ثقلی قوت، برقناطیسی اور نیوکلیئر قوت نے جنم لیا۔ ان قوتوں کا اظہار مادے کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے۔ یہ قوتیں اتنی متضاد ہیں کہ کائنات میں ارتقائی تنوع سب ان کے باعث موجود ہے۔ حیاتیاتی عناصر کو یکجا اور منتشر کرنے کی ذمہ دار یہی قوتیں ہیں۔ مادے کے اندر پائی جانے والی ذہانت آج حیاتیاتی ڈھانچوں سے باہر کمپیوٹروں کے مادی ڈھانچوں کی صورت میں دستیاب ہے۔ انسان کی ٹیکنالوجیکل تہذیب ستاروں کے دوسرے نظاموں میں زندگی اور ذہانت سے رابطے کی جدوجہد میں مصروف ہے مگر یہ رابطہ کمپیوٹروں سے کمپیوٹروں کا رابطہ ہو گا۔ آسمانی اور زمینی تہذیبوں میں سفارت کاری کا کام کمپیوٹر کریں گے۔

ارتقاء کے لوازمات سے مسلح یہ کائنات پیراسائٹک کائنات ہے، یہ سخت مقابلے کا کائنات ہے، یہاں نہ صرف زندگی اک نوع کی خوراک زندگی کی دوسری نوع ہے بلکہ مادے کی ایک قسم اور مادے کی دوسری قسم کے درمیان پائے جانے والے تعلقات پیراسائٹی تعلقات ہیں بلکہ جذ و اکٹھا کرنے والی ثقلی قوت کو برقناطیسی انتشاری قوت کا مزاحمتی مقابلہ درپیش ہے۔ ستاروں اور سیاروں کے بیضوی مداروں میں گردش کے وقت جب دو اجسام اپنے مدار پر قریب ترین ہونے لگتے ہیں تو ان کی حرکت میں تیزی آ جاتی ہے اور رفتار میں یہ تیزی بڑھتی ہوئی کشش ثقل کی مدافعت کرتے ہوئے انہیں ٹکراؤ سے دور لے جاتی ہے، یہ کائنات مقابلے کا ایک زبردست امتحان ہے۔ اس میں کمزوروں کا احتساب طاقتوروں کے ہاتھوں ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ حیوانات کا احتساب انسان کرتے ہیں، ان کو کمزوری کے جرم میں اپنی خوراک کا جزو بناتے ہیں۔ انسانوں میں کمزروں کا احتساب طاقتور قومیں کرتی ہیں۔ اگر احتساب کے لحاظ سے کوئی اخلاقی جرم بنتا ہے تو وہ کمزوری اور مجبوری کا جرم ہے، لیکن مجبوری پر کوئی اخلاق نافذ نہیں ہوتا اور مجبوری کسی کو بالادست کی طاقت بناتی ہے۔ بالادستی بغیر تخلیق کے ناممکن ہے اور تخلیق ایک مسماری عمل ہے، جب تخلیق پر کوئی فرد جرم عائد نہیں ہو سکتی تو طاقتور کے گناہ اور جرم کے احتساب کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو جتنا کوئی کمزور اور مجبور اخلاقی لحاظ سے بے قصور ہے، اتنا ہی طاقتور تخلیقی کار کا کیا گناہ ہے۔ اس پس منظر میں اخلاق کوئی مطلق سے نہیں بلکہ ایک روایت ہے جو سماجی بہبود کی خاطر تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ تخلیق سے بڑھ کر سماجی بہبود کی اور کوئی بہتر ضمانت نہیں ہو سکتی۔ تخلیق آتی ہے قوانین فطرت کے ادراک سے، تخلیق آتی ہے ٹیکنالوجی میں مسابقت سے، آج سائنسی دنیا میں ٹیکنالوجی جس طرح انسان کے حواسی ادراک کو بلند سے بلند سطح پر لے جا رہی ہے، اس کی بصارت اور بصیرت کے خلاف غیر ٹیکنالوجیکل سوسائٹی ایک بے بس حیوان سے زیادہ کیا حیثیت رکھتی ہے۔ انسان کی طرح قوموں کو بے بس کائنات کے حالات و واقعات اور ظواہر و حوادث بناتے ہیں۔ ان حالات و واقعات پر کنٹرول ٹیکنالوجی کے بغیر ناممکن ہے، اس لئے

ٹیکنالوجی میں مفعول قوموں کی زندگی ٹیکنالوجی میں ترقی یافتہ قوموں کی صوابدید پر ہوتی ہے' اگر ریاست اور حکومت قوم کی سروائیول سٹریجی سائنس اور صنعت کو منظم کرنے کے لئے نہیں بناتی تو ایسی ریاست اور ایسی حکومت جرائم پیشہ سیاست کا روپ دھار کر خود مٹ جاتی ہے اور قوم کو مٹا دیتی ہے۔

# اپنے کردہ اور ناکردہ اعمال کے شر سے پناہ مانگنے کا بیان

— حدیث ابن عباس ﷺ: حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ۔

(میں پناہ طلب کرتا ہوں تیرے عزت و جلال کی (اے میرے معبود) کہ نہیں ہے کوئی لائق عبادت سوائے تیرے، تو جو کبھی نہیں مرے گا جب کہ جن و انس سب کو موت آئے گی)۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۹۷ التوحید: باب ۷ قول اللہ تعالیٰ — وھو العزیز الحکیم

— حدیث ابو موسیٰ ﷺ: حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: رَبِّ اغْفِرْ لِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَهْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ كُلِّهٖ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ۔ اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِیْ خَطَایَایَ وَعَمْدِیْ، وَجَهْلِیْ وَهَزْلِیْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ۔ اَللّٰهُمَّ! اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ، وَمَآ اَسْرَرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

(اے میرے مالک! بخش دے میری چوک، میری نادانی اور میری وہ زیادتی جو میں نے خود اپنے تمام معاملات میں کی ہے جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ! میری غلطیاں میرا قصد گناہ اور میری نادانی اور میری حماقت سب معاف فرما دے، یہ سب باتیں مجھ میں ہیں۔ اے اللہ! میرے تمام اگلے اور پچھلے، پوشیدہ اور ظاہر گناہ معاف فرما دے۔ تو ہی آگے کرنے والا ہے اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۸۰ الدعوات: باب ۶۰ قول النبی ﷺ اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت

تصوف رضائے الٰہی کا نام ہے، دیکھنے دکھلانے کو مقصود بنانا۔ دراصل غیر اللہ کو مقصود بنانا ہے۔ اصل نعمت درجہ احسان کا حاصل ہونا ہے۔

(حضرت مولانا اللہ یار خانؒ)

# من اپنا پرانا پاپی ہے

مولانا محمد اکرم اعوان

اسلام کو جب اللہ جل شانہ نے شان ریاست عطا فرمائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ جلوہ افروز ہوئے اور مدینہ ریاست اسلامی کی بنیاد بن گیا تو اردگرد کے لوگ بادیہ نشین، بدو، دیہاتی، عالم لوگ، جن کے امور ہمیشہ اقتدار کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں، جو حکمرانوں کے محتاج ہوتے ہیں۔ وہ بھی جوق در جوق حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم بھی ایمان لائے۔ ارشاد ہوا **قالت الاعراب امنا**۔ یہ بدو، یہ صحرا نشین، یہ دیہاتی، یہ عام آدمی، یہ عام شہری کہتا ہے میں مومن ہوں، میں ایمان لایا۔ اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں **قل لم تومنو**۔ میرے حبیب ان سے کہہ دے تم ایمان نہیں لائے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، ہم مومن ہیں۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مومن ہیں ہم مسلمان ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میرے حبیب! انہیں کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے۔ تم مومن نہیں ہو۔ ہاں **ولکن قولو اسلمنا**۔ یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم نے آپ کا اقتدار اعلیٰ مان لیا۔ یہاں اس **اسلمنا**۔ سے مراد اسلام نہیں ہے یہاں تسلیم کرنا مراد ہے کہ آپ کی حکومت، آپ کی شان و شوکت، آپ کا دبدبہ، ریاست اسلامی کو ہم نے قبول کر لیا اور بظاہر ہم ان شرائط کی پابندی کریں گے جن سے مسلمان رہنا ضروری ہے۔ دراصل وہ لوگ نمازیں بھی پڑھنا شروع ہو گئے۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ ہم واجبات ادا کریں گے، اطاعت کریں گے، زکوۃ دیں گے۔ جو بھی حکم ہے وہ بجا لائیں گے لیکن اس حد تک آمادہ تھے کہ جو احکام مجبوراً" ماننا پڑ رہے ہیں، وہ مانیں گے۔ اگر اسلام کے لئے کوئی قربانی دینی پڑ جائے تو پھر نہیں۔ درحقیقت اسلام کا معنی بھی وہی ہے جو ایمان کا ہے۔ فرق یہ ہے کہ ایمان اس کیفیت کا نام ہے کہ جب کسی کے دل میں یقین پیدا ہو اور وہ یقین اتنا مضبوط ہو کہ اس کے اعضاء و جوارح کو اطاعت الٰہی پر لگا دے۔ یہ ہے ایمان۔ اسلام یہ ہے کہ کوئی اطاعت الٰہی شروع کرے اور اس مجاہدے سے کرے کہ اس کے طفیل اس کے دل میں نور ایمان پیدا ہو۔ یعنی اگر آپ باطن سے ظاہر کو چلیں تو یہ ایمان ہو گا اور ظاہر سے باطن کو چلیں تو یہ اسلام ہو گا۔ یعنی ایک ہی کام کو کرنے کے دو انداز ہیں۔ کچھ لوگ بات سن کر اتنی قوت سے قبول کرتے ہیں کہ پھر ان کا ہر کام اس کے تابع ہو جاتا ہے۔ وہ مومن ہیں۔ کچھ لوگ اطاعت اختیار کرتے ہیں اور دل میں یقین کا وہ درجہ نہیں ہوتے لیکن اس اطاعت کے طفیل انہیں پھر نور ایمان نصیب ہو جاتا ہے۔ یہ اسلام ہے۔ یہاں **اسلموا**۔ سے مراد نہ اسلام ہے نہ ایمان۔ یہاں مراد ہے کہ تم یہ کہو کہ ہم نے آپ کی اطاعت کر لی۔ امور دنیا میں تو **اسلموا**۔ ہم نے تسلیم کر لیا کہ حکومت آپ کی ہے جو آپ کہیں گے وہ کریں گے۔ **ولما یدخل**

الایمان فی قلوبکم۔ ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ ایمان داخل کیسے ہوتا ہے؟ بڑی سادہ سی بات ہے۔ ذات باری تعالیٰ واحد لاشریک' بے مثل و بے مثال ہے۔ اس کی حکومت' اس کا اقتدار' اس کا اختیار بے نظیر' بے مثل اور لاثانی ہے۔ ایمان اس کیفیت کا نام ہے کہ دل میں اللہ کی عظمت آ جائے اور پھر اس کے مقابلے میں کسی چیز کی کوئی محبت' کوئی طلب' کوئی خوف باقی نہ رہے۔ یہ تو ہے ایمان دل میں داخل ہو گیا۔ اللہ واحدہ لاشریک ہے۔ وہ دل میں بھی واحدہ لاشریک ہی قیام فرماتا ہے۔ اگر آپ کہیں کہ دل کے ایک کونے میں اللہ کریم بھی بیٹھا رہے اور دوسرے کونے میں مال کی محبت بھی ہو' عیش و عشرت کی محبت بھی ہو' وقار و اقتدار اور دنیا کی محبت بھی ہو تو اللہ کریم ایسی شراکت پسند نہیں فرماتے۔ یعنی جن لوگوں نے نمازیں تو شروع کر لیں' زکوۃ دینے کا بھی اقرار کر لیا' بارگاہ نبوی میں بھی حاضر ہو گئے' مدینہ منورہ آ کر اطاعت کا بھی اقرار کر لیا۔

ان لوگوں کے دل میں یہ بات تھی کہ یہ ہماری مجبوری ہے۔ اگر ایسا نہیں کریں گے تو اسلامی ریاست میں کیسے رہیں گے؟ انہوں نے سوچا مذہب کا کیا ہوتا ہے؟ بتوں کی پوجا نہیں کریں گے' ان کے ساتھ نماز پڑھتے رہیں گے۔ بس بات ختم۔ ہم تو اس لئے ایسا کریں گے کہ ہمارا جان مال بچ جائے' ہمیں کوئی نقصان نہ ہو' ہم پر کوئی مصیبت نہ آئے اور اگر اس نماز روزے کے لئے بھی جان و مال دینا پڑے تو پھر کیا فائدہ ہوا؟ انہوں نے جان مال بچانے کے لئے نماز روزہ شروع کیا تھا اور اس میں بھی پھنس کر اگر وہی جان مال دینا پڑے تو اس کے لئے وہ تیار نہیں تھے۔ لہٰذا رب جلیل نے فرمایا کہ یہ دیہاتی کہتے ہیں۔ ہم ایمان لے آئے' میرے حبیب ان سے کہو تم ایمان نہیں لائے۔ اس لئے کہ **لما یدخل الایمان فی قلوبکم**۔ ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ وہاں دنیا کی محبت ہے' مال کی محبت ہے' دنیاوی نقصانات سے بچنے کے اندیشے ہیں اور اس حیلے کے لئے تم یہ سارا کچھ کر رہے ہو۔ اور اللہ اتنے کریم ہیں کہ فرماتے ہیں تم نے اگر فکر کر کے ہی تسلیم کر لیا' دل سے نہیں مانا مگر اسلام کی نقل ہی کر لی ہے تو اس نقل پر ہی جم جاؤ۔ یہیں سے کھرا پن اختیار کر لو۔ توبہ کر کے' خلوص سے اپنا لو تو وہ اسی کو قبول کر لے گا بلکہ جو نمازیں تم نے نفل میں پڑھی ہیں وہ بھی ضائع نہیں کرے گا۔ وہ بھی قبول کر لے گا۔ فرمایا **وان تطیعو اللہ ورسولہ لا یلتکم من اعمالکم شئی**۔ اگر تم خلوص دل سے اللہ کے رسول کی اطاعت کا اقرار کر لو' اللہ و اللہ کے رسول کی تابعداری کا اقرار کر لو تو یہ جو تم نے نفلی نمازیں پڑھی ہیں۔ وہ بھی ضائع نہیں کروں گا۔ صاحب مرقوۃ نے مشکوۃ شریف کی ایک حدیث کی شرح میں لکھا ہے **من تشبہ بقوم فھو منھم**۔ کہ کوئی مسخرہ فرعون کے دربار میں موسیٰ علی نبینا کی نقل کیا کرتا تھا۔ انہیں جیسا لباس' انہیں جیسا حلیہ بنا کر انہیں کی طرح باتیں کرتا تھا۔ فرعون اور اس کے درباریوں کو سناتا تھا تو جس دن فرعون اور اس کا سارا لشکر غرق ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا وہ مسخرہ کنارے پہ کھڑا تھا اور باقی سارا لشکر تباہ ہو گیا۔ انہوں نے دعا کہ بار الہٰی ! یہ تو مجھے زیادہ تنگ کرتا تھا اور اس پر میں زیادہ خفا ہوں۔ اسے آپ نے چھوڑ دیا تو ارشاد ہوا کہ یہ تیری نقل کرتا تھا اور موسیٰ کی نقل بھی فرعون کے ساتھ غرق کرنا میری غیرت نے گوارا نہیں کیا۔ نقل سہی' صرف حلیہ سہی' جھوٹا سہی لیکن حلیہ تو آپ کا ہے اور میں نقلی موسیٰ بھی فرعون کے ساتھ غرق کرنا گوارا نہیں کرتا۔ دین کے معاملے میں ہم سے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نقل بھی چھوٹ گئی۔ ہم تو وہ حلیہ بنانا بھی پسند نہیں کرتے۔ دعوی ایمان تو بہت بڑی بات ہے' جان و مال کی قربانی تو پھر دور کی بات ہے' ہم تو حلیے لباس سے بھی انگریز اور مغربی نظر آنا پسند کرتے ہیں اور اس میں عزت و احترام اور وقار سمجھتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا حلیہ بنایا جائے تو مذاق اڑاتے ہیں۔ کہتے ہیں بیوقوف ہو گیا ہے' نکما ہو گیا ہے' بیکار ہو گیا ہے' فضول آدمی ہے۔ جس قوم کا یہ حال ہو' اس کا دعوی

ایمان کہاں تک سچ ثابت ہو گا؟ جبکہ جن لوگوں (اعرابی) نے یہ دعوی (ایمان لانے کا) کیا تھا انہوں نے تو شاید نقلیں بھی بنا رکھی تھیں، حلئے بھی بنا رکھے تھے۔ فرمایا اللہ ایسا کریم ہے کہ تم اگر اب بھی اس کی اطاعت کا عہد کر لو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عہد وفا پکا کر لو۔ تو وہ کریم تمہاری نفلی نمازوں کو بھی، ان اعمال کو بھی جو تم اس حال میں تم کر چکے ہو ضائع نہیں فرمائے گا۔ انہیں بھی قبول فرما لے گا۔ اس لئے **ان اللہ غفور الرحیم**۔ اللہ ہی بخشنے والا ہے۔ آخر گناہ گاروں کو کون بخشے گا۔ اس کے سوا؟ وہی سب پہ رحم کرنے والا ہے اگر وہ رحم نہیں کرے گا تو کون ایسی ہستی ہے جو کسی پر رحم کر سکے۔ خطاکاروں، گنہگاروں، کمزوروں کے لئے بھی اسی کا دروازہ ہے۔ لیکن بھائی! سیدھے ہو کر آؤ تو سہی۔ خلوص دل سے مغفرت مانگو تو سہی۔ اپنے دین کو سچا ثابت تو کرو۔ ساری عمر ہی نقل پہ رہے ہو اور نقل ہی پہ مر جاؤ تو پھر تو بات نہیں بنے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد میں پچھلے دو جمعوں پہ بھی عرض کر چکا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رمضان المبارک کا پہلا **عشرہ اولہ رحمۃ**۔ رحمت الٰہی کا ہے۔ شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں۔ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ ہر توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کی جاتی ہے اور لوگوں کو توبہ کرنے کے اسباب مہیا کئے جاتے ہیں۔ ماحول میں پاکیزگی آ جاتی ہے۔ فضاؤں میں طہارت اور برکات آ جاتی ہیں۔ مزاجوں میں صحیح سوچنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ایسے اسباب مہیا کر دیتا ہے کہ بندے کا توبہ کرنے کو جی چاہنے لگتا ہے۔ یہ رمضان کے پہلے عشرے کی خصوصیات ہیں۔ اس کا پہلا عشرہ رحمت ہے **واوسطہ مغفرۃ**۔ اور یہ جو دوسرا عشرہ ہے جس میں اب ہم جا رہے ہیں، جو کل مکمل ہو گا۔ یہ بخشش کا، استغفار کا، توبہ کی قبولیت اور توبہ کرنے کا عشرہ ہے۔ **وخرہ اتکم من النار**۔ اور آخری عشرہ دوزخ سے آزادی کے پروانے ملنے کا ہے۔ ہر مانگنے والے کو دوزخ سے برات ملتی ہے۔

لیکن میرے بھائی! توبہ کرنے کا بھی تو ایک طریقہ ہے یہ آیہ کریمہ توبہ کا سلیقہ ہی تو سکھا رہی ہے۔ کہ اس دعوے پہ نہ رہو کہ ہم نے کہہ دیا ہم مسلمان ہیں، اور بات بن گئی ہے۔ یوں بات نہیں بنے گی بلکہ کہا جائے گا **لم تمن**۔ تم مسلمان نہیں ہو۔ تم مومن نہیں ہو۔ اس لئے کہ تمہارے دل میں جان و مال، دنیا و دنیا داری اپنا اقتدار و وقار بچا کر رکھنے کی آرزو تھی۔ اسے بچا کر باقی اسلام پہ تم متفق ہو۔ جیسے ہمارے یہاں بے شمار ایسے لوگ بھی آئے جو نیک تھے۔ ایسے حکمران بھی آئے جو بڑے اچھے لوگ تھے، نیک تھے، شریف تھے لیکن انہوں نے اسلام نافذ نہیں کیا۔ کیوں نہیں کیا؟ اس اندیشے میں کہ کہیں نفاذ اسلام میں ہمارا اقتدار ہی نہ جاتا رہے۔ کہیں مغرب پسند لوگ مخالف نہ ہو جائیں۔ مغربی طاقتیں مخالف نہ ہو جائیں یا دوسرے کافر ملک مخالف نہ ہو جائیں۔ نمازیں پڑھتے رہے، روزے رکھتے رہے، لوگوں سے کہتے رہے نماز پڑھو۔ لیکن اسلام نافذ نہیں کیا۔ یہ ایمان نہیں ہے۔ ایمان یہ ہے کہ دین رہے اور دین پر جو کچھ خرچ ہوتا ہے وہ ہوتا رہے لیکن دین بچ جائے۔ باقی کچھ بچے یا نہ بچے۔ جان لگ جاتی ہے تو لگ جائے، مال لگتا ہے تو لگ جائے، کوئی بھی قربانی دینا پڑ جائے۔ لیکن دین قربان نہ ہو اور اگر دین دنیاوی مفادات پہ دین قربان ہو تو فرمایا یہ ایمان نہیں ہے ان سے کہہ دو میرے حبیب **لم تمن**۔ میں یہ سمجھتا ہوں وہ لوگ خوش قسمت تھے انہیں اللہ کریم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی اسی وقت نقد جواب دے دیا اور انہیں یہ بھی بتا دیا کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ جاؤ ہم وہ لوگ ہیں جنہیں یہ جواب میدان حشر میں ملے گا۔ ہمارے پاس آج جواب دینے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما نہیں ہیں۔ ہم میدان حشر میں کھڑے ہوں گے تو ہم کہیں گے ہم مومن ہیں۔ سوچ لو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کہہ دے تم مومن نہیں ہو، اور اس وقت واپسی کا راستہ نہیں ہو گا۔ توبہ کی مہلت نہیں ہو گی۔ اس وقت اصلاح کی صورت نہیں ہو گی۔ لہٰذا ہمارے

لئے بہتر راستہ یہی ہے کہ ہم ان کے حال کو قیاس کر کے اس آئینے میں اپنی صورت دیکھیں اور آج توبہ کا عہد کریں۔ وہ جواب جو رب جلیل نے ان لوگوں کے لئے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پاک سے' اپنی کتاب میں ہمیشہ کے لئے نازل فرما دیا۔ ہمیں اسی سے درس عبرت حاصل کرنا ہے۔ اسی سے ہمیں اپنا جائزہ لینا ہے۔ کہ اگر میری زندگی میں میری پوری محنت ہوتی ہے کہ میں مزدوری کر کے بچوں کے لئے روزی کماؤں اور میرے بچے اچھا کھائیں' اچھا پہنیں۔ میرے بچے آزادی سے رہیں' میں عزت سے رہوں' مجھے اچھا کھانا ملے' میرا خوبصورت گھر ہو' تو کیا کبھی میں نے کبھی یہ محنت بھی کی ہے کہ اس ملک پہ اللہ کا دین نافذ ہو؟ کافرانہ نظام کا رخت سفر باندھا جائے؟ ہم مسلمان ہیں۔ ملک مسلمانوں کا ہے۔ ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا ہے اور اس میں اسلام کی حکومت ہی جچتی اور بجتی ہے۔ کبھی اس کے لئے میں نے سوچا ہے؟ میں نے کوشش کی ہے؟ محنت کی ہے؟ یا اس ڈر سے کہ کہیں یہ دنیا کی لذتیں خراب نہ ہو جائیں۔ یہ سوچ کر سو رہا ہوں کہ خیر ہے' چلو نماز پڑھو اور روزہ رکھو محض اتنی مسلمانی کافی ہے لیکن میرے بھائی! اس صورت حال پہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم مسلمان نہیں ہو تم اپنی نمازیں اپنے پاس رکھو۔ اٹھا کر لے جاؤ اپنے سجدے۔ تمہارے پانچ دفعہ جائے نماز پر اٹھنے بیٹھنے سے کچھ نہیں سنور رہا اور اگر تم یہ اٹھنا بیٹھنا چھوڑ دو گے تو کچھ بگڑ نہیں جائے گا۔ آسمان نہیں پھٹ جائے گا۔ تم رہنے دو۔ پھر فرماتا ہے ایمان کیا ہے؟ اور مومن ہیں کون؟ اگر محض ہم **امنا**۔ کہنے والے نہیں ہیں تو دراصل مومن ہیں کون؟ فرمایا **انما المومنون الذین امنو باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا**۔ وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے' جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول برحق مانا اور پھر چیخے چلائے نہیں کہ جناب ہمیں تو اللہ مان کر مصیبت پڑ گئی' کلمہ پڑھ کر ہمارے گلے میں پریشانیاں پڑ گئیں' ہم نے نبی کو کیا مانا کہ ہمیں تو قربانیاں دینا پڑ گئیں۔ نمازیں پڑھو' روزے رکھو' جہاد پہ جاؤ' بیٹے قربان کرو' مال دو یہ تو مصیبت بن گئی۔ ہمیں آرام تو نہ ملا۔ ان لوگوں نے یہ نہیں سوچا۔ وہ جو پنجابی میں ہم کہتے ہیں نا پھر چیکیں (چیخیں) نہیں' یعنی یہ کام تو کر رہے ہو لیکن پھر رونا نہیں کہ میں نے یہ کیوں کیا تھا۔ فرمایا انہوں نے کلمہ پڑھا تھا پھر چیکے (چیخے) نہیں **لم یرتابوا**۔ پھر وہ ڈگمگائے نہیں۔ پھر انہیں اپنے کلمہ پڑھنے کا افسوس نہیں ہوا۔ نبی کو نبی ماننے کی پریشانی نہیں ہوئی۔ اللہ پر ایمان لانے کے بعد یہ نہیں سوچا کہ ہم یہ ایمان نہ لاتے تو فائدے میں ہوتے نہیں' وہ ڈٹ گئے اور انہیں یہ خیال ہی مزہ دے گیا کہ ان کے پاس جو کچھ ہے' ہے ہی اسی کا اور اسی کے نام پہ لٹ جائے تو اور چاہئے ہی کیا اور ادھا رقم ہو جائے گا۔ ہمارے پاس تو سارا ہی ادھار ہے۔ سارے کا ہی حساب دینا ہے ایک حدیث علامہ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ نے نقل فرمائی ہے کہ جب قیامت قائم ہو گی۔ تو خدام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں' نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہ کرام میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں' شہداء ہوں گے' بدن کٹے پھٹے ہوں گے' لباس خون آلود ہو گا' اسلحہ پاس ہو گا تو وہ جب اٹھیں گے تو اٹھ کر ادھر ادھر نہیں دیکھیں گے۔ چونکہ **از لفت جنتہ غیر بعد**۔ جنت بھی سامنے ہو گی۔ وہ اٹھ کر جنت کے دروازے پر تلوار کے دستے سے ٹھوکیں گے کہ دروازہ کھولو! تو جنت کا ناظم فرشتہ رضوان وہ عرض کرے گا کہ حضور آپ قبر سے اٹھ کر ہمارا دروازہ توڑ رہے ہیں سو ابھی تو لوگوں کو میزان پہ جانا ہے' حساب کتاب دینا ہے' اعمال کی جانچ ہو گی' ترازو لگا ہوا ہے۔ ہر شے تولی جانچی جائے گی' حساب ہو گا۔ وہاں سے حکم ہو گا پھر تشریف لائیے گا۔ آپ ادھر جائیے ادھر کہاں آ گئے؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ میرے وہ خادم کھڑے ہو جائیں گے اور دعا کریں گے بار الہا! تو نے ہم پہ بڑے احسان کئے ہم بتوں کے پجاری تھے تو نے ہمیں نور ایمان عطا فرمایا اور ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خادم بنایا۔ انہیں نبی مبعوث فرما کر ہمارے

حال پر رحم فرمایا۔ ہمیں مال دیا' جان دی' اولاد دی' گھر بار دیا لیکن اللہ تیری دی ہوئی توفیق سے ہم نے وہ گھر تیرے راستے میں چھوڑ دیا۔ ہم نے اولادیں تیری راہ میں قربان کر دیں' ہمارے مال تیرے راستے میں خرچ ہو گئے اور ہماری جانوں کا حال دیکھ جگر چھلنی ہو گئے ہم دنیا سے لائے کیا ہیں کہ تیرا فرشتہ حساب مانگتا ہے؟ تیری نعمتیں ہمارے پاس بے حساب تھیں۔ لیکن بار الہا! تو نے ہم پر کرم کیا اور وہ نعمتیں ہم سے قبول کر لیں ہم نے تیری راہ میں قربان کر دیں۔ اب اس فرشتے کو دیکھو یہ حساب مانگتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں حکم ہو گا۔ ان کے لئے جنت کے سارے دروازے کھول دیں۔ یہ وہ لوگ نہیں ہیں جو حساب کر کے لائے جائیں گے۔ یہ ان کی پسند ہے کہ یہ کس راستے سے جانا چاہتے ہیں یہ کہاں رہنا چاہتے ہیں اور کس مقام تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ فرمایا مومن تو وہ ہیں کہ جنہوں نے اللہ کو قبول کیا۔ رسالت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ یقین کیا اور پھر جھجکے نہیں۔ بچایا کچھ نہیں۔ لم یرتابوا۔ پھر لرزے نہیں بلکہ **وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ۔** پھر انہوں نے اپنا مال بھی' اپنی جان بھی اللہ کی راہ پہ لگا دی۔ اور جنہوں نے جان مال بچا کر اسلام رکھنا ہے فرمایا ہے ان سے کہہ دیں میرے حبیب! تم مسلمان نہیں ہو۔ سادہ سی بات ہے میں آپ یا ہم میں سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں تو مسلمان نہیں ہے۔ لیکن ہر کوئی اپنے حال کو تو جانتا ہے۔ اللہ کریم تو ہر ایک سے واقف ہے۔ میرے بھائی! آج وقت ہے۔ آج محاسبہ کیجئے۔ آج اپنا سوچئے۔ کہ ہمیں اللہ' اللہ کا دین اس کی عظمت عزیز ہے یا محض اپنی جان اور مال؟ آج ہماری بدبختی یہ ہے کہ لوگ دین بھی دنیا کے لئے اختیار کرتے ہیں۔ دین کو دنیا کا ذریعہ بناتے ہیں اور اگر وظیفہ بھی پڑھیں گے تو آخرت کے لئے' نجات کے لئے' اللہ کی رضا کے لئے نہیں۔ بلکہ عموماً وظائف پوچھنے کا مقصد بھی یہ ہو گا کہ دولت زیادہ آئے گی' میرے بچے بھرتی ہو جائیں' دنیا کا فلاں کام ہو جائے۔ ایسا وظیفہ کسی کو بھی نہیں چاہئے۔ کہ اس کا بھی پیسہ پائی اللہ کی راہ میں خرچ ہو جائے۔ یا جس کے پڑھنے سے جان اللہ کی راہ میں خرچ ہو جائے' بیٹا شہید ہو اور وہ بھی روز محشر شہداء کے والدین میں کھڑا ہو یا بیٹا حافظ قرآن بن جائے اور وہ حفاظ کے والدین میں کھڑا کیا جائے یا بیٹا دینی عالم بن جائے۔ نہیں۔ سوال ہوتا ہے کہ ایسا وظیفہ بتاؤ میرا بچہ افسر بن جائے یعنی قرآن کی وہ سورت بتاؤ جو پڑھنے سے زیادہ پیسے آتے ہیں۔ یار کیا یہ مسلمانی ہے؟ خدا کے لئے ہم رمضان کے مبارک مہینے میں روزے سے اللہ کی بارگاہ میں' مسجد میں بیٹھے ہیں۔ خود حساب کرو یار! خود سوچو! تم کیا کر رہے ہو' اور اس کا کیا نتیجہ مرتب ہو گا' فرمایا مومن وہ ہے جو اللہ و اللہ کے رسول پر ایمان لایا۔ پھر اس میں لغزش نہیں آئی **وجاھدو باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ۔** پھر اس نے کوشش کی' جہاد کیا اللہ کی راہ میں۔ مگر ہم تو لڑتے بھی ہیں تو اپنی ذاتی اغراض سے۔ کسی سے خفا ہو جائیں تو اسے قتل کرنے کے لئے ہم بندوقیں اٹھا لیتے ہیں' کہیں سے پیسہ مل جائے تو پیسے لے کر قتل کر دیتے ہیں۔ یہ سارا تو محض فساد ہے لیکن اسلام تو فساد کا نام نہیں ہے۔ اسلام سلامتی کا نام ہے اور اسلام نے جنگ ختم کر دی۔ جنگیں اسلام میں جائز نہیں ہیں۔ جنگ ہوتی ہے اپنے آپ کو غالب اور دوسرے کو مغلوب کرنے کے لئے۔ اپنی بات منوانے اور دوسرے کی رد کرنے کے لئے۔ دشمن کو کچلنے کے لئے' پیس کر رکھ دینے کے لئے' کرش (Crush) کرنے کے لئے۔ اسلام نے جنگ ختم کر دی۔ اسلام نے جہاد کا فلسفہ دیا۔ جہاد بندوں کی بندوں کے خلاف لڑائی نہیں۔ جہاد نیک لوگوں کی برائی کے خلاف جنگ ہے۔ جہاد وہ کوشش' وہ محنت ہے جو دین کے غلبے اور کفر اور بے دینی کو مغلوب کرنے کے لئے کی جائے۔ چونکہ بعثت نبوی کا اور نزول قرآن کا مقصد ہی یہی ہے **لیظھرہ علی الدین کل۔** کہ تمام ادیان باطلہ پر اسے غالب کیا جائے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ دلائل کے ساتھ معنوی ہے وہ اللہ

کریم کے ذمے ہے۔ اللہ نے معجزات کے ساتھ' دلائل کے ساتھ' عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ تمام ادیان باطلہ پر اس کتاب کو' اس دین کو غالب کر دیا اور یہ ہمیشہ غالب رہے گا۔ دوسرا معنی ہے صوری کہ صورتاً" بھی ریاست و حکومت اس کی ہو اور کافرانہ نظریات رکھنے والے لوگ جزیہ اور ٹیکس دے کر ذمی بن کر اس کے زیر سایہ وقت گزاریں۔ وہ مسلمانوں کے ذمے ہیں۔ وہ جو مسلمان تھے انہوں نے کر دکھایا۔ وہ مٹھی بھر صحرا نشیں اٹھے اور دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کو سرنگوں کر دیا اور اطاعت الٰہی پہ مجبور کر دیا۔ اگر کافر' کافر رہنا چاہتا تھا تو جزیہ دے کر' ذمی بن کر رہا۔ کتنی بڑی بڑی عالمی سلطنتیں تھیں۔ جن کے پاس لاکھوں کی سپاہ تھی۔ قیصر کے ایک ایک گورنر کے ماتحت اڑھائی اڑھائی' ڈیڑھ ڈیڑھ' تین تین لاکھ سپاہی ہوا کرتا تھا۔ وہ مٹھی بھر لوگ صحرائے عرب سے اٹھے اور کفر کی طاقتوں سے ٹکرا گئے کہ انہیں پاش پاش کر کے رکھ دیا اور مزے کی بات یہ ہے کہ انصاف اگر غیر مسلموں کو بھی نصیب ہوا تو مسلمانوں کے عہد ہی میں نصیب ہوا۔ کافر کافروں سے بھی انصاف نہ کر سکے۔ مسلمانوں نے فاتح کی حیثیت سے بھی کسی پر زیادتی نہیں کی' ظلم نہیں کیا' ناجائز قتل نہیں کیا' کسی کا مال نہیں چھینا اور کسی کی آبرو نہیں لوٹی' بلکہ برائی کو مٹا کر ہر شخص کو امن اور انصاف مہیا کیا اور روئے زمین کے معلوم حصے کی تین چوتھائی پر ایک ریاست بن گئی۔ جس کا امیر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امام اور خطیب ہوا کرتا تھا اور آج ہم کیسے مسلمان ہیں۔ کہ کافروں کی خیرات پہ پلتے ہیں! ہم کیسے مسلمان ہیں کہ کافروں سے مدد کے طالب ہوتے ہیں! ہم کیسے مسلمان ہیں کہ کافروں کا اتباع کرنا فخر سمجھتے ہیں' ہم کیسے مسلمان ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں کافروں کو خوش کریں گے تو وہ ہمیں حکومت دلا دیں گے! جو سیاست دان اٹھتا ہے وہ امریکہ کی طرف دوڑتا ہے کہ امریکہ اسے بادشاہ بنا دے۔ اگر یہی مسلمانی ہے تو کفر کس جانور کا نام ہے۔ قرآن حکیم نے بڑی کھری' بڑی واضح اور بڑی صاف

بات کر دی۔ اب کسی کو غلط فہمی نہیں رہی۔ ہم مسلمانوں نے تو اس کا حل یہ نکالا ہے کہ قرآن پڑھنا ہی چھوڑ دو۔ کوئی بابا مر جائے تو چند درویشوں کو' طالب علموں کو بلا کر اس کے لئے ختم پڑھا دو۔ ویسے قرآن پڑھنے اور سمجھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اگر آج مسلمان قرآن نہیں سمجھے گا' قیامت کو کھول کر سمجھے گا؟ اس وقت تو کام کرنے کی فرصت گزر چکی ہو گی۔ ہمارا حال تو یہ ہے کہ یہاں ہمارے ہاں ایک شخص تھا' بڑا بے ایمان' زندگی میں نہ اس نے نماز ادا کی' نہ اس کا عقیدہ ہی صحیح تھا۔ جنات کا عامل تھا اور عقیدۃً مشرک اور کافر تھا۔ جب وہ مرا (اب اس کا مقبرہ بنا ہوا ہے) تو اس کی میت کے ساتھ جائے نماز' تسبیح اور ایک قرآن کریم بھی قبر میں دفن کیا گیا۔ بھلا سوچو کہ ساری زندگی تو وہ قرآن کے خلاف' رہا مانا نہیں۔ تو کیا اب وہ قبر میں پڑھے گا؟ یہ تو خداوند عالم دفن کرنے والوں سے پوچھے گا کہ میری کتاب کی اس توہین کا تمہیں کیا صلہ دیا جائے؟ یہ معاملہ تو خدا اور وہ لوگ جانیں لیکن کیا ہم یہ انتظار کر رہے ہیں کہ قبر میں ہمارے ساتھ قرآن دفن ہو گا' وہاں پڑھیں گے۔ بھائی! آج پڑھنے کی بات ہے۔ آج پڑھو اور یہ جو زور لگا لیتے ہو نا کہ میں نے رمضان میں بیس قرآن ختم کر لئے۔ یار! خدا کرے بیس آیات پڑھو لیکن ان کو سمجھو وہ بیس قرآن ختم کرنے سے زیادہ بہتر ہیں۔ اگر کسی نے تیس دنوں میں تیس قرآن ختم بھی کر لئے اور سمجھا کچھ نہیں اور اس کے مقابلے میں اور کسی نے تیس آیات سمجھ لیں تو **عند اللہ** وہ تیس آیات کا مفہوم سمجھنے والا زیادہ اچھا آدمی ہے۔ اسے زیادہ اجر ملے گا۔ قرآن کو آج پڑھو اسے آج سمجھو۔ فرمایا مومن تو وہ ہے جسے ایمان کا دعویٰ زیب دیتا ہے **الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا**۔ پھر وہ اس سے لرزے نہیں **وجاھدو باموالھم**۔ اپنا مال محنت سے کمایا اور اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ محنت سے کمایا' مشقت کی اور اس پر عیش کرنے کی بجائے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کیا **انفسھم فی سبیل اللہ**۔ اپنی جانیں لٹا دیں اللہ

کی راہ میں **اولئک هم الصادقون**۔ یہ کھرے لوگ ہیں۔ انہوں نے جب ایمان کا دعوی کیا۔ تو اسے سچا ثابت دکھایا اور یہ جو تم کہتے ہو کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات مانتے ہیں، تسلیم کرتے ہیں، نماز بھی پڑھ لیں گے، زکوۃ بھی دیں گے لیکن یہ اب مشکل ہے کہ اس پر جان بھی دیں۔ حکومت کی مخالف ہو جائے گی، صاحب اقتدار لوگ مخالف ہو جائیں گے اور مغربی طاقتیں مخالفت کریں گی، میں مارا جاؤں گا، مجھے قید کر دیں گے، نہیں بھائی! یہ نہیں ہو سکتا ہم جان بچا کر باقی سب دیں گے فرمایا تو **اتعلمون اللہ بد ینکم**۔ یہ کوئی تم نے نیا دین بنایا ہے۔ اللہ تو وہ ہے جس نے بندوں کو دین بتایا اور تم وہ ہو جو ایک نیا دین بنا کر اللہ کو بتانے چلے ہو کہ یہ بھی ایک دین ہے۔ تم نے کوئی نیا مذہب ایجاد کر لیا ہے کہ اپنی خواہشات بھی پوری کرتے رہو، موج میلا بھی لیتے رہو اور دو چار نمازیں پڑھ کر مسلمانی میں بھی نام لکھا دو۔ وہی بات ہوئی کہ شب کو پی لی اور صبح کو توبہ کر لی۔ "رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت بھی نہ گئی" جان، مال اور دنیا کی طلب بھی دل میں رہے اور دعوی ایمان بھی **اتعلمون اللہ دینکم**۔ تم اللہ کو کوئی نیا دین بتانے چلے ہو۔ **واللہ یعلم ما فی السموت و ما فی الارض واللہ بکل شئی علیم**۔ اللہ ہر شے کو جانتا ہے، وہ زمینوں میں ہے یا آسمانوں میں۔ ہر چیز سے، ہر وقت آگاہ ہے۔ تمہاری حرکات، تمہاری سوچیں، تمہاری فکر اور تمہارے دل کی گہرائیوں میں پنپنے والے خیالات کو وہ جانتا ہے۔ تمہارے بتائے بغیر جانتا ہے۔ **یمنون علیک عن اسلم**۔ فرمایا میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ آپ پر احسان کرتے ہیں کہ ہم نے آپ کی خاطر اسلام قبول کر لیا۔ فرمایا ان سے کہو **لا تمنوا الی اسلمکم**۔ مجھ پر احسان کر کے کلمہ مت پڑھو۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم چند روز نمازیں پڑھ لیں تو یہ جو کائنات کا نظام ہے یہ اپنی ڈگر چھوڑ دے اور ہماری پسند پہ چلنا شروع کر دے۔ آپ نے اکثر سنا ہو گا کہ میں تو اتنے عرصے سے نمازیں پڑھتا ہوں اور نقصان ہو جاتا ہے، میں اتنے عرصے سے نمازیں پڑھتا ہوں میرا کاروبار نہیں چلتا، میں اتنے عرصے سے نمازیں پڑھتا ہوں میری صحت ٹھیک نہیں ہوتی۔ یعنی خیال یہ ہوتا ہے کہ نماز، روزہ کرنے کے بعد نظام قدرت میرے تابع ہو جائے۔ جیسا میں کہوں ویسا ہو۔ میری صحت بھی جیسی میں کہوں ویسی ہو جائے، میرا مال بھی جیسا میں چاہوں ویسے رہے، بھئی تو نمازیں پڑھ کے بندہ بنا یا نمازیں پڑھ کے پروردگار بننے کا ارادہ ہے؟ یعنی اگر عبادت کی یا اسلام لایا یا محنت کی یا ذکر و اذکار کئے۔ اس سے تجھے بندگی ملے گی، مزید غلامی ملے گی یا تو حاکم بننا چاہتا ہے؟ یا اللہ پر احسان کیا ہے کہ تو نے نمازیں پڑھ لیں، اب وہ سارے اختیار تجھے دے دے۔ بڑا تیر مارا ہے تو نے فرمایا **لا تمنو الی اسلامکم**۔ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان سے کہہ دو یہ اپنی مسلمانی کا احسان آپ پر نہ کریں۔ آپ کی نبوت و رسالت، آپ کی عظمت، آپ کی شان میں کسی کے مسلمان ہونے سے کوئی بڑھوتی نہیں ہوتی، ساری دنیا کافر ہو جائے۔ آپ کی نبوت و رسالت میں ذرہ برابر فرق نہیں آئے گا آپ کی عظمت ہے ان لوگوں کی محتاج نہیں کہ ان لوگوں نے کلمہ پڑھا تو آپ کو عظمت ملے گی اور جو نہیں پڑھا تو کوئی فرق آ جائے گا۔ نہیں۔ **لا تمنو انی اسلامکم**۔ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان لوگوں سے کہہ دیجئے اپنی مسلمانی کا احسان میرے سر مت دھرو۔ **بل اللہ یمنو علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صدقین**۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ احسان اللہ کا ہے کہ اس نے تم جیسوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا۔ یہ احسان تو اس کا ہے، اللہ کے رسول پر آپ کا احسان نہیں ہے ...... یہ احسان تو اس کا ہے جس نے توفیق عبادت دے دی۔ یہ احسان تو اس کا ہے جس نے اپنی غلامی میں قبول کر لیا۔ وہ کسی نے کہا تھا نا

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی
منت زاو بداں کہ بخدمت گذاشت

احسان نہ کر کہ تو بادشاہ کی غلامی کر رہا ہے
احسان تو بادشاہ کا ہے کہ تجھے اپنا غلام بنا رکھا ہے

اسے کیا کمی ہے؟ وہ تو بادشاہ ہے۔ تیرے جیسے اربوں اس کی خدمت میں ہیں۔

اس کا کیا ہے تم نہ سہی تو چاہنے والے اور بہت
ترک تعلق کرنے والو ! تم تنہا رہ جاؤ گے

تمہارے پاس ایسی بارگاہ کہاں ہے جہاں جاؤ گے؟ اس کا کیا ہے۔ اللہ و اللہ کے رسول کی عظمت اپنی ہے۔ اللہ کی شان اپنی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام اپنا ہے۔ کوئی نماز میں پڑھ کے' ذکر کر کے' تبلیغ کر کے' مراقبے کر کے' مجاہدے کر کے ان پر احسان نہیں کر رہا۔ یہ احسان ذات کریم کا ہے **بل اللہ یمنو علیکم۔** اللہ تم پر احسان دھرتا ہے اپنا **ان ھداکم للایمان۔** کہ اس نے تمہیں ایمان کی توفیق عطا کی۔

**ان کنتم صدقین۔** اگر تم سچے ہو اور یہ یاد رکھو! فرمایا اللہ سے کسی کا کوئی حال چھپ نہیں سکتا۔ **ان اللہ یعلم غیب السموت والارض۔** شے آسمانوں اور زمینوں میں ہر ایک شے اس کی نگاہ قدرت میں ہے۔

**واللہ بصیر بما تعملون۔** او جو تم کر رہے ہو اسے بھی وہ دیکھ رہا ہے۔ کون کیا عمل کر رہا ہے؟ اور اس عمل کے پیچھے اس کی نیت کیا ہے؟ خلوص کتنا ہے؟ ہر چیز تمہارے بتائے بغیر اللہ کریم کے علم میں ہے۔ میرے بھائی! ہمارے لئے سوچنے کا مقام یہ ہے کہ ہم بارہ یا چودہ کروڑ مسلمان دعوی ایمان لے کر اس وطن عزیز میں بستے ہیں اور یہ وطن عزیز کافرانہ نظام کے تابع ہے۔ ہم اس کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ ہم اس میں حصہ لیتے ہیں۔ ہم نے اس میں ووٹ دیتے ہیں۔ ہمارے ووٹوں سے جیت کر وہ نظام چلتا ہے۔ کیا ہمارے ذمے یہ نہیں ہے کہ ہم سر میدان یہ مطالعہ کریں کہ میاں حکومت اسلامی طریقے سے بنائی جائے؟ کیا یہ ہمارا قصور نہیں ہے کہ وطن عزیز کا سارا نظام سود پہ استوار ہے؟ آج ہم اس حال کو پہنچ گئے ہیں کہ جو مردے کو کفن دیتے ہیں اس میں بھی سود شامل ہے' مسجد کی ان چٹائیوں میں اور تسبیح میں جو دھاگہ ڈال رکھا ہے اس میں بھی سود شامل ہے۔ آپ کا کوئی کارخانہ سوت کا' کپڑے کا' دریوں کا ایسا نہیں ہے جس میں سودی کاروبار نہ ہو اور سودی معیشت نہ ہو۔ تو سود تو **بحرب من اللہ ورسولہ۔** اللہ و اللہ کے رسول کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔ کون سی مسلمانی ہے کہ ہم اسے قبول کر کے بیٹھے رہیں اور یہ تک نہ کہہ سکیں کہ ہمیں یہ منظور نہیں ہے؟ یہاں شرعی' اسلامی اور بلاسودی نظام معیشت لایا جائے۔ ساری دنیا کے علوم ہمارے نظام تعلیم میں پڑھائے جاتے ہیں۔ نہیں پڑھایا جاتا تو دین۔ یہ تو بھلا ہو ان غریب علماء کا جو دھکے کھا کر' مصیبتیں برداشت کر کے دینی مدارس کھول کر بیٹھے ہیں۔ اور ان بچوں کو پڑھا رہے ہیں جنہیں دنیا میں کہیں جگہ نہیں ملتی۔ کوئی سکول انہیں قبول نہیں کرتا' کوئی محکمہ نوکری نہیں دیتا۔ جو یتیم ہوتے ہیں یا بیکار۔ وہ دینی مدارس کو دیئے جاتے ہیں اور خدا نے ہمت دے رکھی ہے اور اللہ نے دین کے آگے چلانے کا سبب بنا رکھا ہے کہ اہل اللہ انہیں بچوں سے اہل علم اور بڑے بڑے فاضل پیدا کر رہے ہیں۔ ورنہ دنیا سے وہ بچے نکالے ہوئے ہوتے ہیں' انہیں کوئی کالج' کوئی سکول' کوئی مدرسہ' کوئی ادارہ' کوئی محکمہ قبول نہیں کرتا۔ تب دینی مدارس میں جاتے ہیں۔ سوائے چند اعلیٰ خاندانوں کے باقی کیا ہوا؟ اور مسلمان اپنے طور پر بڑا تیر مارتے ہیں کہ ہم نے مدرسے کو زکوۃ دے دی۔ مدرسے کے لئے زکوۃ ہی رہ گئی تھی۔ ہمارے باقی مال میں کوئی حصہ نہیں تھا؟ اور کون ہے جو زکوۃ کے علاوہ کوئی شے دیتا ہے؟ یا صدقہ دیں گے یا زکوۃ۔ یعنی جو چیز اللہ نے کسی گداگر کو دینے کے قابل بنائی وہ وہاں دی جاتی ہے جو اپنے کھانے پینے کی ہو گی اس میں سے حصہ نہیں دیں گے۔ اس کے باوجود یہ اللہ کا احسان ہے اور اللہ کے بندوں کی ہمت ہے کہ دینی نظام چل رہا ہے۔ لیکن جس نظام تعلیم پر اربوں روپے خرچ ہوتے ہیں۔ جس کا ہم ٹیکس دیتے ہیں' میں بھی دیتا ہوں' آپ بھی دیتے

ہیں۔ اس نظام تعلیم میں جہاں انگریزی ہے' جہاں سائنس ہے' جہاں تاریخ ہے' جہاں میتھ (Math) ہے' جہاں سائنس ہے' جہاں باقی سارے علوم ہیں وہاں اس میں دین بھی کیوں نہ داخل کیا جائے؟ کیوں نہ ہمارا ہر مدرسہ دین پڑھائے؟ کیوں نہ ہمارا ہر کالج دین پڑھائے؟ کیوں نہ ہمارے نظام تعلیم کا حصہ دین ہو؟ کہ ہر گریجوایٹ دینی عالم بھی ہو۔ میرے بھائی! اگر ہم چودہ کروڑ مسلمان یہ نہیں کر سکتے تو کون کرے گا؟ ہمارا سیاسی نظام اسلامی کیوں نہ ہو؟ کیا ہمیں ہندوستان میں جا کر یہ بات کہنے کا حق ہے؟ کہ یہاں اسلام نافذ کیا ہے؟ برطانیہ میں' امریکہ میں' دنیا کے کسی ملک چین' جاپان' افریقہ میں یہ حق حاصل ہے؟ وہ کہیں گے میاں اپنے گھر کی بات کرو' یہاں ملک ہمارا ہے' نظام ہمارا ہو گا۔ ان کے ملک میں تو نظام ان کا ہو گا اور اگر ہمارے ملک میں بھی نظام انہی کا ہو گا تو پھر کون سا اسلام ہے یہ؟ یہ تو ہمارا گھر ہے۔ یہاں تو نظام ہمارا ہونا چاہیے۔ یہاں تو نظام اللہ و اللہ کے رسول کا ہونا چاہیے' یہاں کی سیاست اسلامی ہونی چاہیے' یہاں کی معیشت اسلامی ہونی چاہیے' یہاں کا نظام تعلیم اسلامی ہونا چاہیے' یہاں کی عدالتیں شرعی قواعد سے فیصلے کریں۔ اس کے چودہ کروڑ مسلمان ہیں میں ہوں اور آپ ہیں۔ اللہ کریم ہمیں توفیق دے کہ اگر نفاذ اسلام کے لئے مال کی ضرورت پڑے تو ہم مال پیش کریں' وقت لگائیں' محنت کریں اور اگر جان لگ جائے تو یہ اللہ کا بہت بڑا احسان سمجھیں۔

## حمد

مولانا ریختہ پڈولوی اویسی نقشبندی' انڈیا

ہر حمد ہے ترا ہی حق اے کمال والے
بے حد رحیم ہے تو وصف جمال والے
اے مالک قیامت عز و جلال والے
ہم ہیں تیری مدد کے طالب نوال والے
توفیق بندگی دے
عمدہ خصال والے

معبود ہے ہمارا ہاں تو ہی رب العزت
کرتے ہیں تیرے بندے بس تیری ہی عبادت
تجھ سے یہ ہی دعا ہے ہم پر رہے عنایت
ہم کو نہ تو دکھانا اے مالک ہدایت
وہ راہ کہ چلے ہیں
جس پر ضلال والے

تیری رضا کے طالب جو کہ سدا رہے ہیں
دنیا میں مستحق فضل و عطا رہے ہیں
اسلام اور شرع پر دل سے فدا رہے ہیں
دنیا میں جو جلاتے شمع ھدا رہے ہیں
ان کا بنا دے پیر و
رحمت مثال والے۔

ہے عرض ریختہ کہ شمع ھدیٰ جلا دے
ایماں کی روشنی سے عالم کو جگمگا دے
گمراہی و جہالت ہر دل سے تو مٹا دے
ایمان اور یقین ہی ہر سو ہوا چلا دے
ہیں ہاتھ اٹھائے تیرے
آگے سوال والے

# حسن معاشرہ باہمی حقوق کی پاسداری

ڈاکٹر لیاقت علی نیازی

معاشرے میں رہن سہن کے لئے بے شمار حقوق کی پاسداری اور پابندی کرنا ہوتی ہے۔ معاشرہ افراد پر مشتمل ہوتا ہے۔ حسن معاشرت کے لئے باہمی حقوق کا خیال رکھنا ہوتا ہے تب جا کر ایک صالح اور مثالی معاشرہ معرض وجود میں آتا ہے۔ اگر معاشرے میں باہمی حقوق کا خیال نہ رکھا جائے تو زندگی گزرنا مشکل ہو جاتی ہے۔ نہ انسانی ہمدردی رہے' نہ کسی کے حق کی پاسداری اور نہ ہی انسان کسی کے کام آ سکے۔ معاشرتی استحکام اور حسن معاشرت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اہل قرابت کے ساتھ بھی اور دور والے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی اور راہ گیر کے ساتھ بھی اور ان کے ساتھ بھی جو تمہارے مالکانہ حقوق میں ہیں۔

رہنمائے کارواں انسانیت اور معمار انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل عرب معاشرہ طرح طرح کی برائیوں میں پھنسا ہوا تھا۔ نہ حقوق کی پاسبانی' نہ احترام انسانیت' نہ کسی کا ادب نہ احترام۔ ہر طرف ایک عالمگیر فساد اور لاقانونیت کا دور دورہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اپنے حسن تدبر سے عرب معاشرے میں ایک فلاحی انقلاب آیا۔ غلام آزاد' تہی دست اور تونگرا' گورے اور کالے' غریب اور عجمی کی تفریقات ختم ہو گئیں۔ اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر عرب آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ معاشرے میں شرافت' عزت' تقویٰ اور خوف کی وجہ سے ایک انقلاب آیا۔ اس معاشرے سے ایسی ہستیوں نے جنم لیا جنہوں نے انسانیت کی عالمی سطح پر اصلاح کی۔

معاشرے میں اہم ترین ادارہ گھر ہوتا ہے۔ حسن معاشرت کی تعلیم گھر سے شروع ہوتی ہے۔ والدین کے حقوق کی پاسداری' والدین کی خدمت' ان کی اطاعت اور فرمانبرداری' عزت اور احترام' والدین کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک' والدین کے احباب سے حسن سلوک اور ہر لحاظ سے ان کی عزت و تکریم سے ایک پاکیزہ معاشرہ معرض وجود میں آتا ہے۔

جہاں ماں باپ کے حقوق کی پاسداری کا اسلام میں حکم دیا گیا ہے وہاں والدین پر بھی یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ وہ اولاد کے حقوق کا مکمل خیال رکھیں۔ والدین اولاد کی تربیت احسن انداز میں کریں۔ ماں کی گود تہذیب کا گہوارہ ہوتی ہے۔ ماں کی گود بچے کے لئے پہلی تربیت گاہ ہوتی ہے۔ اولاد کے بننے اور بگڑنے کا انحصار والدین کی تربیت سے ہے۔ والدین اولاد کے سامنے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ پیش کریں تاکہ اولاد اچھا شہری بن کر قوم و ملت کی خدمت

کرے۔

اسلام نے صحت مند معاشرے کی تشکیل کے لئے حقوق العباد کی پوری پوری تشریح کر دی ہے تاکہ ہر شہری کے حقوق کی پاسداری ہو۔ معاشرے کا ایک اہم شعبہ عائلی زندگی یا ازدواجی زندگی ہے۔ بیوی کا فرض ہے کہ وہ خاوند کی اطاعت کرے، عزت و احترام کرے، تربیت اولاد احسن انداز میں کرے، اسی طرح بیوی کے حقوق خاوند پر عائد کئے کہ وہ اسے نان نفقہ دے، اس کے حقوق کا خیال رکھے، بیوی کے اقرباء سے حسن سلوک سے پیش آئے۔

اسی طرح معاشرے میں رشتہ داروں اور اقارب کے حقوق کی پاسداری کا بھی حکم دیا گیا ہے، رشتہ دار دور کے بھی ہوتے ہیں اور نزدیک کے بھی۔ درجہ بدرجہ سب کے حقوق نبھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلامی اصطلاح میں رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کو صلہ رحمی کہتے ہیں۔ رشتہ داروں میں سب سے قریب والدین اور بچے ہیں۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"والدین کی رضامندی میں اللہ کی رضامندی ہے اور والدین کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی ہے۔

اسلام کی رو سے والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے۔

"برباد ہوا، برباد ہوا، برباد ہوا، وہ شخص جس نے ماں باپ دونوں میں سے ایک کو بڑھاپے میں پایا اور جنت میں داخل نہ ہوا۔" (مسلم)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

"جو بیٹا اپنے والدین کو محبت و رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر نظر کے بدلے ایک مقبول حج کا ثواب عطا فرماتا ہے۔"

ہمارے معاشرے میں وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہیں جو اپنے والدین کا احترام کرتے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی خدمت بجا لائیں۔ بڑھاپے میں تو انہیں اف تک کہنے کا حکم نہیں۔ اگر ہم معاشرے میں والدین کی کما حقہ خدمت بجا لائیں اور ان کے حقوق کی مکمل پاسداری کریں تو معاشرہ جنت کی تصویر بن جائے۔

معاشرے میں جہاں تک باقی رشتہ داروں کا تعلق ہے تو ان کے حقوق کی بھی مکمل پاسداری کی جائے، اگر رشتہ دار غریب ہوں تو ان کی مالی امداد کی جائے، اگر بیمار ہوں تو ان کی خدمت کی جائے، تیمارداری کی جائے۔ ان کی خوشی اور غمی میں شرکت کی جائے چاہے وہ امیر ہوں یا غریب۔ اگر رشتہ دار بدخواہ یا بداخلاق ہوں تو پھر بھی ان سے حسن سلوک سے پیش آیا جائے۔

اسلام نے جہاں دوسرے حقوق العباد کا تعین کیا ہے وہاں اساتذہ کے بھی حقوق اور شاگردوں کے بھی فرائض کی نشاندہی فرما دی ہے۔ والدین کے بعد سب سے زیادہ واجب الاحترام اساتذہ ہیں۔ اگر استاد اور شاگرد اپنے اپنے حقوق اور فرائض کا خیال رکھیں تو معاشرے میں ایک عظیم انقلاب آ جائے۔ فکری انقلاب، علمی انقلاب۔

معاشرے میں ہمسایوں کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ دکھ درد کے قریب ترین ساتھی ہوتے ہیں۔ اسلام میں پڑوسی کی حدود اپنے مکان سے چاروں طرف چالیس چالیس گھر تک ہوتی ہے۔ قریب تر ہمسایوں کے حقوق بھی زیادہ ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں۔ اگر میں تحفہ یا ہدیہ بھیجنا چاہوں تو کس کو بھیجوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

جس کا گھر تمہارے گھر سے زیادہ قریب ہو۔ (بخاری شریف)

حدیث کی رو سے ہمسایوں کے حقوق کی بڑی اہمیت ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا! "جو شخص خدا اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے۔" (بخاری شریف)

ہمسایہ کی ہر قسم کی مدد کی جائے۔ اس میں مالی اور بدنی خدمت دونوں شامل ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ شخص کامل مومن نہیں کہ جو خود تو سیر ہو کر کھائے اور ہمسایہ بھوکا رہے۔

معاشرے میں اسلامی تعلیمات کی رو سے اقلیتوں کے حقوق بھی متعین کر دیئے گئے ہیں۔ ان کی حفاظت جان و مال، معاشی حقوق کی پاسبانی، معاشرتی آزادی اور شخصی قوانین میں آزادی کا خیال رکھا جاتا ہے۔ جو حقوق اسلام نے اقلیتوں کو دیئے ہیں اس کی مثال کسی دیگر مذاہب میں نہیں ملتی۔

اگر ہر شخص معاشرے میں دوسروں کے حقوق کا خیال رکھے تو اس کے اثرات معاشرے پر اچھے پڑتے ہیں۔ ہر طرف صلح، امن، آشتی، اخوت اور انسانی ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح معاشرہ مضبوط ہوتا ہے۔ عزیز و اقارب، پڑوسیوں، اساتذہ، شاگردوں اور اقلیتوں کے حقوق کی پاسبانی بطرز احسن ہوتی رہے تو معاشرہ پرسکون ہو جاتا ہے۔ امن و آشتی سے ملک و قوم ترقی کی راہوں پر گامزن ہو جاتی ہے۔ اسلام اسی اخوت اور انسانی ہمدردی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ اس سے دنیا اور دین دونوں کی بھلائی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں تاکہ معاشرہ صحیح معنوں میں امن کا گہوارہ بن سکے۔ آمین!

## عورتوں کا مردوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہونا

—— حدیثِ انس ﷜: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جس دن جنگِ اُحد ہوئی اور لوگ نبی کریم ﷺ کو چھوڑ کر پسپا ہو گئے تو حضرت ابو طلحہؓ تھے جو آپؐ کے سامنے کھڑے ہو کر ایک ڈھال سے اوٹ کیے ہوئے تھے اور حضرت ابو طلحہؓ بہت اچھے تیر انداز تھے، آپ کی کمانوں کی تانت بہت سخت ہوتی تھی اور اس دن آپ دو تین کمانیں توڑ چکے تھے اور جب بھی کوئی شخص قریب سے تیروں کا ترکش لے کر گزرتا تو نبی کریمؐ اس سے فرماتے: یہ ترکش ابو طلحہؓ کے آگے ڈال دو! اور جب نبی کریم ﷺ جھانک کر کافروں کی طرف دیکھنے لگتے تو حضرت ابو طلحہؓ کہتے: یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! آپؐ اس طرح نہ جھانکیں، مبادا ان لوگوں کا کوئی تیر آپؐ کو آلگے، میرا سینہ آپؐ کے سینے کے آگے ہے (یعنی میں آپؐ پر قربان ہونے کے لیے حاضر ہوں) (حضرت انسؓ کہتے ہیں) اور میں نے اُم المومنین حضرت عائشہ بنتِ ابی بکر﷠ اور حضرت اُم سلیم﷠ کو دیکھا کہ دونوں نے اپنے دامن اس طرح اٹھا رکھے تھے کہ ان کی پنڈلیوں میں پازیب نظر آ رہے تھے اور اپنی پیٹھ پر مشک لاد لاد کر لاتیں اور پیاسے زخمیوں کے منہ میں پانی ڈالتی تھیں اور جب مشکیزہ خالی ہو جاتا تو واپس جا کر اسے پھر بھر لاتیں اور پھر لوگوں کے منہ میں پانی ڈالتیں، اور اس دن حضرت ابو طلحہؓ کے ہاتھ سے دو یا تین مرتبہ تلوار چھوٹ کر گری۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب ۶۳ مناقب الانصار: باب ۱۸ مناقب ابی طلحہ رضی اللہ عنہ

) حضرت عبداللہ سے مروی ہے جب آنحضورؐ معراج کے لئے تشریف لے گئے تو سدرۃ المنتھی کے قریب پہنچے یہ ساتویں آسمان پر ہے۔ زمین سے جو چیز اوپر چڑھتی ہے وہ وہاں پہنچ کر ٹھہر جاتی ہے اور جو چیز اوپر سے نازل ہوتی ہے وہ بھی وہاں آکر ٹھہر جاتی اور وہاں سے لے لی جاتی ہے۔ آپ کو وہاں تین چیزیں عطا ہوئیں۔ پانچ نمازیں، سورۃ بقرہ کی آخری آیات، امت محمدی میں جو مشرک نہ ہو گا وہ بخش دیا جائے گا۔ (مسلم شریف)

# مسلمانوں کے مسائل

مولانا محمد اکرم اعوان

آج عالم اسلام جس قدر مصائب کا شکار ہے' جس قدر مظالم کا شکار ہے اور جس قدر دنیائے کفر کے لئے کھلونا بنا ہوا ہے۔ ایسا آج سے پہلے کبھی نہ تھا۔ اگر ہم اپنے گھر کی بات کریں تو وطن عزیز کا حال یہ ہے کہ کسی شہری کی جان' مال' آبرو کی کوئی ضمانت نہیں۔ کوئی ادارہ سلامت نہیں۔ انصاف کوڑیوں کے مول بکتا ہے۔ عدالتیں خریدی اور بیچی جاتی ہیں' اقتدار بکتا ہے' روزگار بکتا ہے' نوکریاں اور ملازمتیں بکتی ہیں اور خریدی جاتی ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ ایک زمانہ تھا جب بے ایمانی کے کام ایمانداری سے کئے جاتے تھے۔ یہ بھی ایک زمانہ تھا کہ جتنے بے ایمانی کے کام ہیں وہ پوری ایمانداری سے کئے جاتے ہیں۔ چور چوری کرتے تو آپس میں بے ایمانی نہیں کرتے تھے۔ مال برابر برابر بانٹتے تھے۔ ڈاکو ڈاکے ڈالتے اور اگر ایک پکڑا جاتا تو وہ سولی پہ لٹک جاتا لیکن دوسرے کا نام نہیں بتاتا تھا۔ کروڑوں اور اربوں کی سمگلنگ آج بھی ہوتی ہے۔ کوئی رسید' کوئی تحریر' کوئی گواہ نہیں ہوتا اور کبھی اس میں یہ نہیں ہوتا کہ ایک سمگلر نے دوسرے کے پیسے مار لئے ہوں۔ یعنی بے ایمانی کے دھندے میں۔ آج بھی ایک حد تک ایمانداری ہے اگرچہ اس معیار کی نہیں ہے جس معیار کی کبھی ہوا کرتی تھی۔ آج کل اس پہ بھی قتل ہوتے ہیں۔ سمگلر بھی ایک دوسرے کے پیسے کھا جاتے ہیں۔ چور بھی بے ایمانی کرتے ہیں اور ڈاکو بھی۔ آخر اسی معاشرے کے فرد میں جو لوگ اقتدار میں ہیں۔ جب وہ دیانتداری اختیار نہیں کرتے' جو لوگ قیادت میں ہیں وہ دیانتدار نہیں' جو لوگ مذہبی قیادت میں ہیں ان کا کردار مشکوک ہے' جو لوگ تعلیم و تعلم پہ مقرر ہیں ان کا کردار مشکوک ہے' جو لوگ انصاف فراہم کرنے پہ متعین ہیں ان کا کردار مشکوک ہے تو آخر چور اور ڈاکو بھی کہاں سے سیکھیں گے؟ وہ بھی اسی معاشرے کے فرد ہیں۔ یہ ہماری بددیانتی نے چوروں کو بھی بددیانت اور ڈاکوؤں کو بھی بے ایمان بنا دیا۔ جو کبھی اپنے پیشے میں بڑے مخلص اور بڑے کھرے' بڑے دیانتدار ہوا کرتے تھے۔ وہاں بھی چور بازاری آ گئی۔ دوائیں جو زندگی بچانے کے لئے خریدی جاتی ہیں۔ وہ موت کا سبب بن جاتی ہیں۔ Life Saving Drugs (زندگی بچانے والی ادویات) جو انتہائی حالت میں استعمال کی جاتی ہیں کہ اس کے بغیر مریض بچ نہ سکے گا کم از کم وہ تو خالی ہونی چاہئیں۔ وطن عزیز میں ان میں بھی ملاوٹ ہے اور وہ بھی خالص نہیں ملتیں۔ تو یہ سب کیا ہے؟ سب کیوں ہے؟ مساجد نمازیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ حج کی قرعہ اندازی دوسری تیسری دفعہ ہو رہی ہے۔ اگرچہ بے ایمانی سے ہو رہی ہے۔ لیکن ہو تو رہی ہے۔ یعنی حال یہ ہے کہ حج کی جتنی سیٹیں منظور ہوئیں (کوئی تیس ہزار کے قریب لگ بھگ منظور ہوئیں)

ان میں سے دس ہزار کی قرعہ اندازی ہوئی اور بیس ہزار وزراء کرام بانٹیں گے۔ یعنی اس پر بھی رشوت لی جائے گی خواہ وہ رشوت ووٹوں کی صورت میں ہو' سیاسی سپورٹس کی صورت میں ہو یا نقدی کی صورت میں ہو۔ حج پر جانے کے لئے بھی ایمان بیچ کر جانا ہو گا؟ بے ایمانی کر کے جانا ہو گا؟ بددیانتی سے جانا ہو گا۔ مردہ دفن کرنے کے لئے بددیانتی کرنا پڑتی ہے۔ گورکن کو رشوت دیتے ہیں وہ رات کسی کی ہڈیاں اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے اور آپ کے لئے جگہ فراہم کر دیتا ہے۔ پھر کون سا شعبہ بچا؟ اور مزے کی بات یہ ہے حج بھی ہوتے ہیں' رمضان شریف میں روزے بھی رکھے جائیں گے۔ اگرچہ ہندوؤں کے تہوار بسنت پر اربوں روپے کی شراب صرف لاہور شہر میں پی گئی۔ کئی ارب روپے کا اسٹیمیٹ (Estimate) صرف لاہور کا ہے اور جو پتنگیں اڑائی گئیں اور وہ جو میلہ منایا گیا اور وہ سارا تہوار ہندوؤں کا ہے۔ مناتے مسلمان ہیں۔ ہر ہر ادا ہم نے کافر سے اپنا لی۔ کہیں سے حلیہ' کہیں سے لباس' کہیں سے مکاری' کہیں سے جھوٹ' کہیں سے عیاری' کہیں سے بت پرستی' کہیں سے رسومات اور یہ یاد رکھیں! انسانی معاشرے یا انسانی زندگی میں جو ادا داخل ہوتی ہے۔ وہ اپنی جگہ بنانے کے لئے کسی پہلی ادا کو وہاں سے گرا دیتی ہے۔ جتنی رسومات معاشرے میں آتی ہیں خصوصاً مسلمان معاشرے میں جو رسم آتی ہے وہ رسم نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت کو گرا کر اس کی جگہ پر کھڑی ہوتی ہے۔ اسلامی معاشرہ استوار ہوتا ہے۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ اب جو بدعت یا جو رسم یا جو رواج یا جو کوئی نئی ادا باہر سے ہم درآمد کرتے ہیں تو وہاں سے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی ایک سنت گر جاتی ہے اور اس کی جگہ وہ رسم آ جاتی ہے۔ اسلام کیا ہے؟ یہ کہنا کہ "میں مسلمان ہوں" یہ کافی نہیں ہے۔ صرف نماز ادا کرنا کافی نہیں ہے۔ صرف تلاوت کرنا' صرف روزے رکھنا کافی نہیں ہے بلکہ اسلام ایک سادہ سی بات ہے۔ اللہ کریم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ **ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی**۔ اسلام صرف یہ ہے کہ اگر تم مسلمان ہونا چاہتے ہو' اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے' اگر تم اس کی رحمت کے طلب گار ہو **فاتبعونی**۔ تو میرے پیچھے پیچھے چلتے رہو "بات ختم" تو ہمیں اپنی دانش صرف اس بات پہ استعمال کرنی ہے کہ یہ کام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسا کیا کہ میں اس طرح سے کر سکوں۔ کوئی نیا راستہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب اسی بات کو خود اللہ رب العزت نے دوسرے انداز میں ارشاد فرمایا۔ **ومن الرسول فقد اطاع اللہ**۔ جس نے میرے نبی کی اطاعت کی' اس نے میری اطاعت کی اور اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ **واما اتکم الرسول فخذہ**۔ جو بات' جو حکم' جو ادا' جو طریقہ' کام کرنے کا جو انداز اللہ کا رسول عطا فرمائے۔ اسے مضبوطی سے تھام لو' اختیار کر لو' اپنا لو' سینے سے لگا لو۔ **وما نھکم عنہ فانتھو** اور جہاں سے میرا نبی روک دے رک جاؤ۔ کوئی (Excuse)' کوئی بہانہ' کوئی عذر نہیں ہے' کوئی مجبوری نہیں ہے۔ سادہ سی بات ہے جو میرا نبی کہتا ہے' وہ کرو' جس سے روکتا ہے اس سے رک جاؤ۔ یہ ہے اسلام۔ اب اگر ہم بیٹھ کر قومی سطح پر جائزہ لیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انداز حکمرانی کیا سکھایا؟ وقت رخصت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض شدت اختیار کر گیا۔ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ آپ چل نہیں سکتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو خادموں نے آپ کے دونوں بازوؤں کے نیچے کندھے دے کر سہارا دیا۔ قدم مبارک گھسٹ رہے تھے۔ منبر پہ جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا کہ لوگو! میں نے اللہ کا پیغام تمہیں پہنچانا تھا۔ خدا گواہ ہے تمہیں پہنچا دیا۔ میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں۔ لیکن میں انسان بھی ہوں۔ میرا تمہارے ساتھ عمر بھر کا ساتھ رہا اور تئیس برس کا عہد نبوت بیتا۔ میرا تمہارے ساتھ لین دین بھی رہا۔ میں نے تم پر

ایک طرح سے حکومت کی۔ اسلامی ریاست کا میں سربراہ رہا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کہ اس کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں جن کا بدلہ اسے خدا دے گا۔ کسی کا میرے ساتھ کوئی لین دین ہو اور مجھ سے کوئی شکایت ہو' میں نے کوئی زیادتی کی ہو تو وہ آج مطالبہ کر لے۔ کل میدان حشر میں میرے سامنے مطالبہ لے کر نہ آئے۔ ایک صحابی حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اہل بدر میں سے تھے وہ کھڑے ہو گئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ادھار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عکاشہ مجھے تو یاد نہیں پڑتا میں نے تم سے کوئی ادھار لیا ہو۔ نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ساتھ زیادتی ہوئی۔ کیا زیادتی ہوئی تمہارے ساتھ؟ بدر کے روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے بدن پر چھڑی مبارک ماری تھی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ چھڑی ادھار ہے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھڑی سے ماروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری چھڑی منگوائی جائے۔ بے شمار دل تڑپے۔ بے شمار اشک برسے۔ صحابہ کرام نے اپنا آپ پیش کیا۔ دس چھڑیاں مار لو۔ ہزار چھڑیاں مار لو۔ ہم سے بدلا لے لو۔ اس نے کہا۔ نہیں' معاملہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے۔ آپ ہی کو معلوم ہے۔ چھڑی منگوائی گئی۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی گئی۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا بدن ننگا تھا۔ میدان بدر میں میرے پاس صرف ایک چادر تھی جس کا میں نے تہہ بند باندھ رکھا تھا۔ اور آپ نے میرے ننگے بدن پر چھڑی ماری تھی۔ آپ نے کرتا مبارک اتار دیا۔ اس نے بڑھ کے مہر نبوت چوم لی۔ آقا یہی میرا مقصد تھا۔ آپ اندازہ کیجئے کہ اللہ کریم فرماتے ہیں۔ میرے نبی کی ادائیں اپناؤ۔ یہ انداز حکومت ہے۔ کیا وطن عزیز کا انداز حکومت یہی ہے؟ اگر نہیں ہے تو کیا یہ مسلمانوں کا ملک ہے؟ کیا یہ اسلامی ریاست ہے؟ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دنیا کا وہ فاتح' جس کی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ فاتحین عالم کے آٹھ دس نام تاریخ میں ایسے ہیں۔ جن کا ثانی کوئی نہیں ان میں سب سے اوپر جو نام ہے وہ ایک ایسے آدمی کا ہے وہ جس نے اپنے عہد میں سات لاکھ مربع میل علاقہ فتح کیا اور اس سے اوپر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہے جن کے دور میں چھبیس لاکھ مربع میل علاقہ فتح ہوا۔ یہ تاریخ ہے فاتحین عالم کی۔ سات اور چھبیس کا فاصلہ دیکھیں۔ بڑے بڑے سلطانوں کی گردنیں جھک گئیں اور بڑے بڑے جابر حکمرانوں کے تاج اتار کر چھینی اوز ہتھوڑوں سے توڑ کر غلاموں' مسکینوں' غریبوں اور ضرورت مندوں میں بانٹ دیئے گئے اور جس کے نام سے حکمران بیٹھے ہوئے لرزہ براندام ہو جاتے تھے۔ وہ خطبہ دینے کے لئے منبر پر بیٹھے تو ایک اعرابی کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا میں فلاں جنگ میں شریک تھا۔ یہ جو کرتہ آپ کے زیب تن ہے یہ چادریں فلاں مال غنیمت سے' فلاں محاذ سے آئی تھیں اور ہر مجاہد کو ایک ایک چادر ملی تھی۔ اس ایک چادر سے ہمارا کرتہ نہیں بنا۔ آپ نے کیسے اپنا کرتہ بنا لیا کہ آپ تو قد آور بھی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو چادریں اڑا لیں۔ دوسری چادر آپ نے کہاں سے لی؟ پہلے اس کا جواب دیں۔ پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر بیٹھ کر خطاب کریں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اس کا جواب میرا بیٹا دے گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے نے اٹھ کر کہا۔ کہ میں بھی اسی میدان کارزار میں شریک تھا اور مال غنیمت سے ایک چادر میرے والد گرامی کو ملی اور ایک میرے حصے میں آئی۔ ان دو کو جوڑ کر امیر المومنین نے کرتہ بنایا۔ اس نے کہا اب ٹھیک ہے' اب ہم آپ کی بات سب سنیں گے۔ یہ اسلام کا انداز حکمرانی ہے۔ اب آپ موازنہ کیجئے کہ جہاں حکمران حج کی ٹکٹیں بھی رشوت میں بیچ رہے ہیں۔ اور ساتھ دعویٰ اسلام بھی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک خاتون نے چوری کی اور اس پر ثابت ہو گئی۔ قاضی نے

فیصلہ کیا کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ معزز قبیلے کی خاتون تھی۔ قبیلے کے بزرگ جمع ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! ہمارا قبیلہ بڑا قابل احترام ہے۔ معزز ہے اس کا ہاتھ کٹ جانے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بدنامی کا ٹیکہ پورے قبیلے پہ لگ جائے گا۔ آئندہ کی ہم ضمانت دیتے ہیں۔ آپ اس کی یہ سزا معاف کرا دیجئے۔ جتنا جرمانہ ہے جو اس کا معاوضہ ہے وہ ہم دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اگلی قومیں اس لئے ہلاک ہوئی تھیں کہ جب کوئی باثر جرم کرتا تو اسے درگزر کیا جاتا اور جب کوئی غریب جرم کرتا تو اسے کئی گنا زیادہ سزا دی جاتی۔ اللہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی یہ جرم ثابت ہو جاتا تو میں اللہ کا رسول اس کا ہاتھ کٹوا دیتا۔ کیا یہ اسلامی انصاف ہمارے ہاں موجود ہے؟ کہاں وہ انصاف اور کہاں آج کی نیلامی پہ لگی ہوئی عدالتیں' آج کا بکنے والا انصاف' کوڑیوں کے مول بکنے والا انصاف' چھابڑیوں میں لگا ہوا انصاف۔ بولیاں دیتے ہیں چوکیدار' چپڑاسی اور ہرکارے۔ معاش میں ہمارا نظام سود پہ استوار ہے۔ ہم اخبارات میں روز پڑھتے ہیں۔ پورے ملک کے علمائے کرام سے قیام امن کے لئے دعا کی درخواست کی گئی۔ پھر خبر آتی ہے تمام جمعے کے اجتماعات قیام امن کے لئے' ملک کی سلامتی کے لئے' حکمرانوں کی درازی عمر کے لئے دعا کی گئی' لیکن سود کھانے والوں کی دعا جاتی کہاں تک ہے؟ حرام کھانے والے کی دعا وہاں پہنچتی ہی نہیں۔ منظور ہونا یا نہ ہونا الگ بات ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ایک شخص دور دراز سے بیت اللہ کی زیارت کرنے کے لئے سفر کر کے آئے گا بیت المقدس میں اس حال میں پہنچے گا کہ بال پریشان ہوں گے' کپڑے پھٹ چکے ہوں گے' وجود گرد سے اٹا ہوا ہو گا' پاؤں سوجے ہوئے ہوں گے اور بڑے درد سے پکار رہا ہو گا اور طوائف کر رہا ہو گا۔ اللھم لبیک لا شریک لک لبیک۔ لیکن اس کی پکار کا جواب نہیں دیا جائے گا۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں؟ اتنا سفر کرے گا' اتنی تکلیف اٹھائے گا' اتنے خلوص سے رب کو پکارے گا۔ پھر کیوں جواب نہیں دیا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس لئے کہ اس کا لباس حرام کا ہو گا' اس کے پیٹ میں غذا حرام کی ہو گی' اس کے وسائل حرام کے ہوں گے۔ تو حرام کھانے والا تو سفر کر کے' دور دراز منزلیں طے کر کے بیت اللہ میں کھڑا ہو کر پکارے تو رب نہیں سنتا یہاں جو ہم پکارتے ہیں کب سنے گا؟ اس حد تک بڑی خبر اخبار میں آئی کہ جاپان ستر لاکھ یا غالباً" ستر کروڑ ڈالر کے مطابق پاکستان کو (سود پر) قرض دے رہا ہے لیکن یہ قرض وہ پاکستان کو نہیں دے رہا' حکمرانوں کو دے رہا ہے۔ وہ کھا کر عیش کریں گے اور غریب مزدوری کر کے اتارتے رہیں گے۔ پاکستان کا تو نام ہے۔ اب آپ اندازہ کیجئے کہ جس ملک کی معیشت سود پر ہے' اس کے ہر کام میں سود ہے' اس کا ہر کارخانہ سود پر استوار ہے' آٹا پیسنے کی چکی سود پر ہے' کسان کو دینے والی کھاد سود پر ہے' ٹریکٹر سود پر ہے' لباس سود کا ہے' مسجد کی چٹائیاں سود کے کارخانے سے بنی ہیں' تسبیح میں جو دھاگہ ہے وہ بھی سود کی مل سے بنا ہوا ہے تو پھر کون سی تسبیح قبول ہو؟ کون سی دعا سنی جائے؟ کس درخواست پر اللہ کریم رحم فرمائے؟ کیسا امن قائم ہو؟ کیوں لوگ قتل نہ ہوں؟ کیوں بدامنی نہ ہو؟ کیوں تباہی نہ آئے؟ دعاؤں کی قبولیت کے لئے کیا جواز ہے ہمارے پاس؟ یہ تو میں سمجھتا ہوں اس کا بڑا' بہت بڑا رحم ہے۔ کہ وہ پورے خطے کو بیک وقت غرق نہیں کرتا۔ ورنہ ہمارا کردار تو ایسا ہے کہ ہم ہر برائی دعوی اسلام کے ساتھ کرتے ہیں۔ اگر ہمیں کافرانہ کردار ہی منظور تھا تو کاش اتنی جرات ہوتی کہ ہم اسلام کو چھوڑ دیتے اور کافروں میں شامل ہو جاتے۔ یہ جرم تو نہ بنتا کہ مسلمان کہلا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک ادا کو پامال کیا جا رہا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس زمانے کے لئے فرمایا تھا کہ

ایسا عہد آئے گا کہ ہر بات کی وقعت ہو گی لیکن سب سے کمزور شے میری سنت ہو گی۔ میری سنتیں مردہ قرار دے دی جائیں گی۔ جسے آج کی موجودہ مہذب زبان میں قدامت پسندی کہتے ہیں یا فنڈا منڈالزم کہتے ہیں۔ یہی مقصد ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ انہیں مردہ قرار دے دیا جائے گا۔ (آؤٹ آف ڈیٹ (Out of Date) آپ نے فرمایا اس زمانے میں اگر کوئی شخص میری ایک سنت زندہ کرے گا تو اس اکیلے کو دو سو شہیدوں کا ثواب نصیب ہو گا۔ لیکن ہمیں تو فقط دولت چاہئے خواہ وہ چوری سے ملے' سینہ زوری سے ملے' رشوت میں ملے یا حرام میں ملے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ حکمران لوٹ کر کہاں لے جائیں گے؟ یہ کب تک جی لیں گے' کتنا کھا لیں گے؟ بلکہ حکمرانوں کی بات چھوڑیئے۔ ان کے سامنے تو یہ ملک ہاتھی کی لاش ہے اور یہ لگڑ بگڑ ہیں' بھیڑیئے بھی نہیں ہیں۔ بھیڑیا بھی شکار کر کے کھاتا ہے یہ لگڑ بگڑ ہیں جو مردار کھاتے ہیں لیکن میں اور آپ کس خوشی میں ان کے ساتھ چل رہے ہیں؟ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی۔ ان کے سامنے تو ایک ملک پڑا ہے اسے وہ لوٹ رہے ہیں' کھا رہے ہیں اور اس لالچ میں انہیں نہ خدا یاد ہے نہ رسول اور نہ ہی آخرت چلو ان کے پاس کچھ لوٹنے کو تو ہے۔ لیکن ہم جنہیں لوٹا جا رہا ہے ہم جو خود کو لٹوا رہے ہیں کہ مزدوری ہم کرتے ہیں اور جو ٹیکس دیتے ہیں وہ لوگ اس پہ عیش کرتے ہیں۔ محنت کرتے ہیں جو اس میں سے ٹیکس جاتے ہیں وہ لوگ اس پہ موج اڑاتے' شرابیں پیتے' عیاشیاں کرتے ہیں۔ تو وہ تو عیش کر رہے ہیں ہم جو مزدوری کرتے ہیں۔ کیا کبھی ہم نے بھی یہ سوچا کہ جن لوگوں کو ہم ووٹ دے رہے ہیں' جن لوگوں کی ہم حکومت بنا رہے ہیں۔ وہ لوگ کون ہیں؟ کیسے ہیں؟ عجیب بات ہے ایک عام آدمی سے بھی بات کرو تو وہ کہتا ہے کہ بدکردار لیکن حکمران بعد میں ہیں پہلے ہم ہیں جو بدکاروں کو حکمران بنانے کا سبب بنتے ہیں۔ یہ کھیتی ہیں اور آپ بوتے ہیں۔ ہم ان کی بیعت کرتے ہیں۔ یہ ووٹ دینا' جسے آپ نرا ووٹ کہتے ہیں یہ نرا ووٹ نہیں ہے یہ بیعت امارت ہے۔ کیا یہ بیعت امارت نہیں ہوا کرتی تھی کہ لوگ کہتے تھے مجھے یہ امر منظور ہے؟ اس زمانے میں ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر کرتے تھے تو آج چٹ پہ مہر لگا دیتے ہیں۔ اس زمانے میں بھی ساری دنیا ہاتھ پہ ہاتھ کب رکھتی تھی کہ امیر اگر سینکڑوں میل دور بیٹھا ہے تو پورے ملک کا شہری امیر کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھنے کب جاتا تھا۔ اسی طرح تائید کرتے تھے۔ آج ہم جن لوگوں کو ووٹ دیتے ہیں ہم ان کے ساتھ ان کی امارت کی بیعت کرتے ہیں۔ شرعاً" تو کیا ظالموں' بدکاروں' بے دینوں' بدمعاشوں' فاسقوں اور فاجروں کی بیعت جائز ہے؟ بڑے مزے کی بات ہے۔ ہمارا ایک مشن اور اللہ کی عجیب شان ہے۔ میں سمجھتا ہوں جو کچھ میں ہوں۔ مجھے نہ پیری' فقیری آتی ہے نہ میرا باپ داد پیر تھے۔ ہم فوجی' سیاسی' زمیندار' کاشتکار' مزدور پیشہ لوگ ہیں۔ لڑنے بھڑنے والے۔ آدھا خاندان عالمی جنگوں میں مارا گیا۔ نہ ہمارا کوئی انگریز کے ساتھ رشتہ تھا نہ جاپان کے ساتھ دشمنی' بلا وجہ دس دس روپے' سات سات روپے تنخواہ پر مارے گئے۔ کرائے کے سپاہی بن کر ہم دنیا میں لڑتے رہے۔ تو ہمیں ان پیری فقیری کی باتوں سے کیا لگاؤ تھا۔ بات صرف اتنی تھی کہ مجھے اپنا احساس محرومی اللہ کے ایک بندے کے دروازے پر لے گیا۔ اپنی اصلاح کے لئے گیا (پتہ نہیں وہ بھی ہوئی یا نہیں ہوئی) اللہ کو منظور تھا۔ انہوں نے دم رخصت یہ مزدوری گلے ڈال دی۔ نماز بخشوانے گئے تھے روزے گلے پڑ گئے کہ جو آئے اسے اللہ اللہ سکھاؤ۔ ہم اس میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہ ذمہ داری ہے' ادا کرنی ہے۔ الحمد للہ اللہ نے توفیق دی ہے' کر رہے ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ جو یہاں آتا ہے۔ وہ بڑے سوال کرتا ہے۔ میرے داد نے فلاں کی بیعت کی تھی' میں بھی وہاں جاتا تھا پھر میں نے بھی بیعت کر لی۔ اب کیا دوسرے پیر کی بیعت ہو سکتی ہے؟ بھئی یہ جو روز بیعت کرتے ہو وہاں تو مسئلہ نہیں پوچھتے ہو۔ یہ روزانہ جو کسی چور' بدمعاش' بے دین' بدکار کی بیعت کرتے ہو وہاں تو کوئی

سوال نہیں اٹھتا۔ مجھے مسلم لیگ' پیپلز پارٹی سے کوئی غرض نہیں ہے۔ مجھے جماعت اسلامی' جمعیت علماء سے بھی کوئی غرض نہیں ہے۔ میں کسی مخصوص سیاسی جماعت کی بات نہیں کر رہا۔ ہر اس بندے کی بات کر رہا ہوں جو سیاسی امیدوار کے طور پر آتا ہے۔ کیا کبھی آپ نے دیکھا کہ یہ بندہ دین دار ہے؟ کبھی آپ نے دیکھا کہ جس مقصد کے لئے یہ کھڑا ہے' جس منصب کے لئے ہم اسے ووٹ دینا چاہتے ہیں۔ اس کی اس میں اہلیت ہے؟ کیا کبھی آپ نے دیکھا کہ یہ دیانتداری سے کام کرنے لگا؟ یہاں تین باتیں شرط ہونی چاہئیں۔ سب سے پہلی شرط اسلام ہے۔ اگر اسلام کے ساتھ مخلص نہیں ہے تو دوسری کسی کوالیفیکیشن کو پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ باعمل مسلمان ہے۔ باکردار ہے تو پھر دیکھنا یہ پڑے گا کہ جس کام کے لئے یہ الیکشن میں کھڑا ہو رہا ہے۔ اس کام کے کرنے کی اہلیت ہے اس میں؟ اگر کوالیفیکیشن (قابلیت) بھی ہے تو پھر دیکھنا پڑے گا کہ کیا دیانت دار ہے؟ اور دیانت داری سے کام کرے گا؟ تب اسے ووٹ دینا جائز ہو گا۔ ورنہ حرام ہو گا' ظلم ہو گا اور ملک پر تباہی لانے کا سبب ہو گا۔ یہ قتل و غارت گری' یہ بم بلاسٹنگ' یہ روزمرہ کی بڑھتی ہوئی وارداتیں' انہیں اس کے سوا نہیں روکا جا سکتا۔ کہ اب قوم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں واپس آ جائے۔ صرف ایک راستہ ہے۔ یہ ساری فضول باتیں ہیں کہ جمہوریت صدارتی ہونی چاہئے' پارلیمانی ہونی چاہئے۔ یہ جمہوریت کے کہتے ہیں۔ یہ غنڈہ گردی! بدمعاشی! بے دینی! بد دیانتی! شداد! نمرود اور فرعون سے بڑھ کر ظالمانہ کردار! یہ جمہوریت ہوتی ہے؟ جمہوریت تو اسے کہیں جس کا سبق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا۔ جس کا سبق فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خلفاء راشدین نے دیا۔ مسلمان حکمرانوں نے دیا۔ جمہور کا نام ہی سب سے پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روشناس کرایا۔ **الناس یاایھا الناس انی رسول اللہ علیکم۔** اس سے پہلے کوئی جمہوری یا انسانیت کا نام نہیں جانتا تھا۔ ہر قوم کا اپنا بڑے سے بڑا وسیع کینوس ہوتا تھا۔ اور وہ قوم یا ملک کی حد تک ہوتا تھا۔ اس سے آگے کوئی کسی کا دوست نہیں تھا۔ ساری انسانیت کو ایک پلیٹ فارم پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمع کیا۔ آج میں اور آپ اس نام نہاد جمہوریت کے کل پرزے بنے ہوئے ہیں۔ ہم میں جو بہت نیک بنتا ہے' جو بہت پارسا بنتا ہے وہ کہتا ہے میں ووٹ کسی کو نہیں دیتا بھئی تیرے ووٹ نہ دینے سے کیا بدمعاش حکمران نہیں بن جائیں گے؟ تو اس ملک کا شہری نہیں ہے؟ تو کھڑا ہو کر نہیں کہہ سکتا کہ ووٹ ان لوگوں کو دیئے جائیں جو ووٹ لینے کے مستحق ہیں؟ چلو چھوڑو اسلام کو بھی چھوڑو۔ دین کو بھی رہنے دو۔ ملک کا جو آئین متفقہ سیاست دانوں نے طے کیا اور جسے بڑا مقدس سمجھا جاتا ہے۔ ۱۹۷۳ء کا آئین خدا کے لئے اسی آئین کو مان لو۔ اس آئین میں امیدوار کے لئے جو شرائط دی ہوئی ہیں۔ کیا ان پر یہ پورے اترتے ہیں؟ ہر الیکشن میں وہ شرائط معطل کر دی جاتی ہیں۔ اس قانون کا کیا فائدہ۔ جو غریب کی گردن پکڑ لے اور امیر کے لئے سرنڈر کر دے۔ (سر جھکا دے) تو پھر اس قانون کا احترام کیا رہ جاتا ہے؟ اس کی حیثیت کیا ہے؟ اس میں جان کیا ہے؟ اگر وہ شرائط جو ہمارے موجودہ آئین اور دستور میں موجود ہیں۔ انہیں بھی بحال رکھا جائے تو ایک حد تک دیندار قیادت سامنے آئے۔ وہ بھی معطل کر دی جاتی ہیں اور پھر بڑے خلوص سے ہم ان کی بیعت کرتے ہیں۔ انہیں امیر بناتے ہیں۔ یہ اس کا ثمر ہے کہ ہر گھر میں لاش کا تحفہ آتا ہے' اس کا ثمر ہے کہ اولادیں ہیروئن پی رہی ہیں' اس کا ثمر ہے کہ بیٹے اور بیٹیاں ہیروئن کے عادی ہو رہے ہیں اور کالجوں اور سکولوں میں نشہ بکتا ہے۔ یہ سب اسی کا ثمر ہے۔ یہ اس کا ثمر ہے کہ بسنت منائی جاتی ہے اور کروڑوں اور اربوں کی شراب بکتی ہے۔ وطن عزیز میں شراب کے کارخانے' جوئے کے اڈے اور شہروں میں روزانہ شراب کی دکانیں سینکڑوں کی تعداد میں کھل رہی ہیں۔ یہ اسی کا ثمر

ہے۔ اب امریکہ نے ایک نئی دریافت کی ہے وہ بھی درآمد کر لیجئے۔ ان کا خیال ہے کہ یہ جو دل کے مریض ہیں۔ انہیں خنزیر کا دل لگا دیا جائے تو وہ بڑا کامیاب رہتا ہے۔ اچھی بات ہے۔ ہر بات جو امریکہ اختیار کرتا ہے وہ پہلے پاکستان میں آتی ہے۔ یہ جتنے سیاسی بیماری دل کا آپریشن کروانے باہر جاتے ہیں۔ انہیں یہ دل لگوانے چاہئیں۔ اب سوچئے ! جو حرام کھاتا ہے اور جس کے خون میں حرام داخل ہو کر دل تک اور دماغ تک جاتا ہے وہ کیا سوچتا ہے؟ اور جس کا دل ہی خنزیر کا ہو گا وہ کیا سوچے گا؟ کیسی خواہشیں اس کی ابھریں گیں۔ اس کے اندر کیسے خنزیرا" ارادے پنپیں گے اور پھر وہ کس کرم کی بارش کا سبب بنے گا؟ یار ! خدا کے لئے‘ خدا کے لئے ایک طاقت بنو اور کہہ دو کہ ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اداؤں پر مرنا جینا ہے۔ یہ ایک راستہ باقی ہے نجات کا‘ امن کا اور اس راستے میں موت بھی آئے تو وہ زندگی سے زیادہ مزے دار ہے۔ اس عارضی زندگی سے اس موت میں زیادہ لطف ہے۔ خدا کے لئے ! اپنے لئے‘ اپنے بچوں‘ آنے والی نسل کے لئے ہوش میں آؤ۔ آنے والی نسلوں کو ہم کن کے سپرد کر رہے ہیں۔ یہ بھیڑیئے بھی نہیں یہ لگڑ بگڑ ہیں۔

اگر یہ حشر ہمارے ساتھ ہو رہا ہے تو ہماری اولادوں کے ساتھ کیا سلوک اور کیا حشر ہو گا؟ یہی سوچ کر اس ظلم کے خلاف ایک دیوار بن جاؤ۔ یہ ہماری مجبوری ہے‘ یہ ہماری ضرورت ہے‘ یہ ہماری بقا کا سوال ہے‘ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ میں کسی خاص پارٹی کی بات نہیں کرتا۔ کسی خاص طریقے کی بات نہیں کرتا۔ میں ہر اس شے کی مخالفت کروں گا۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اداؤں کے خلاف ہے اور ہمیں اپنے وطن عزیز میں‘ اپنے نظریئے‘ اپنے عقیدے‘ اپنے ایمان کے مطابق زندہ رہنے کا حق حاصل ہے۔


# ضرورت اساتذہ

## برائے صقارہ اکیڈمی دارالعرفان (منارہ) چکوال

(1) ۔ ہائی سکول کا ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر ۔یا۔ 18 گریڈ کا ریٹائرڈ۔ 25 سالہ تدریسی تجربہ رکھنے والا ۔

(2) ۔ ایم۔ اے عربی ۔ایم ۔اے ۔ اسلامیات ۔ درسی نظامی

(3) ۔ ایم ۔ ایس۔سی ۔بیالوجی / باٹنی یا بی۔ ایس۔سی

**نوٹ :۔** سلسلہ عالیہ سے تعلق رکھنے والے کو ترجیح دی جائے گی ۔

ساتھیوں سے التماس ہے کہ اس اشتہار کو زیادہ سے زیادہ مشتہر کریں

# حقیقت بھرے افسانے

ڈاکٹر امتیاز احمد ازہر

بھول گئے سب قصے تیرے لگتے ہیں سب افسانے
دنیا ہی مطلوب ہو جس کو تیری عظمت کیا جانے
مرنے والے نام پہ تیرے موت کی بازی جیت گئے
تیری خاطر جینے والے لطف حیات کے پیمانے
دشمن تھے جو صدیوں کے اخوان بنائے تھے تو نے
خوب محبت تھی ان میں سب تیرے ہی تھے دیوانے
صدق و صفا کی محفل میں وہ نور بکھرتا تھا ہر سو
سورج بھی چھپ جاتا تھا چاند لگا تھا شرمانے
آج ہزاروں دعوے ہیں اس دور کی باتیں دیگر تھیں
ایک ہی شمع تھی جس میں جل مرتے تھے سب پروانے
ہم میں ہے تفریق، مگر تو آج بھی سب کا مرکز ہے
جوڑ سکے کوئی ہم کو، حق ہو جائیں سارے افسانے
سارے مسلم بھی تو تیرے نام سے اب گھبراتے ہیں
کون چلے ہے خود پر تیرے نام کا پہرہ لگوانے
لیکن کچھ بلبل ہیں اب بھی تیرے نغمے گاتے ہیں
مال بھی اپنا جان بھی اپنی تیری خاطر لٹوانے
باطل ٹوٹے اور نظام حق ہو غالب دنیا پر
الاخوان چلی ہے اجڑے گلشن کو پھر مہکانے
آپؐ کا نام ہو سب سے اوپر ہر سو آپ کے نغمے ہوں
آپؐ کے سایہ رحمت میں ہر ایک اللہ کو پہچانے